قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 04 مارچ 2022ء | یکم شعبان 1443 ہجری قمری | 04 امان 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:54

ارشاد باری تعالیٰ

وَکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ

(الاعراف: 32)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فرمانِ رسول ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمۡ فَلۡیَذۡکُرِ اسۡمَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنۡ نَسِیَ اَنۡ یَّذۡکُرَ اسۡمَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیۡ اَوَّلِہٖ فَلۡیَقُلۡ بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ

(ابوداؤد کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام)

جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھے) اگر شروع میں بھول جائے تو یاد آنے پر بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

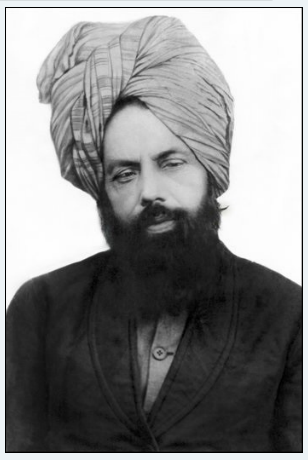

جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں

’’واضح ہو کہ قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں... اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع وخضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 319)

فرمان خلیفہ وقت

اسلام کسی بھی طرف جھکاؤ سے منع کرتا ہے۔ اپنا اُسوۂ حسنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے رکھ دیا۔ نہ افراط کرو نہ تفریط کرو۔ آخر میں جو فرمایا کہ جو میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بھی وارننگ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شادی صرف خوشی کا نام ہے اور اس میں ہر طرح جو مرضی کر لو کوئی حرج نہیں۔ تو آپ نے یہ کہہ کر کہ جو میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ یعنی افراط کرنے والوں کو بھی بتا دیا کہ لغویات سے بچنا نیکیوں کو قائم کرنا بلکہ تقویٰ کے اعلیٰ ترین معیار حاصل کرنا میری سنت ہے اس لئے تم بھی نیکیوں پر چلنے کی اور لغویات سے بچنے کی، لہو ولعب سے بچنے کی میری سنت پر عمل کرو۔ بعض لوگ بعض شادی والے گھر جہاں شادیاں ہو رہی ہوں دوسروں کی باتوں میں آ کر یا ضد کی وجہ سے یا دکھاوے کی وجہ سے کہ فلاں نے بھی اس طرح گانے گائے تھے، فلاں نے بھی یہی کیا تھا، تو ہم بھی کریں گے اپنی نیکیوں کو برباد کر رہے ہوتے ہیں۔ اس سے بھی ہر احمدی کو بچنا چاہئے۔ فلاں نے اگر کیا تھا تو اس نے اپنا حساب دینا ہے اور تم نے اپنا حساب دینا ہے۔ اگر دوسرے نے یہ حرکت کی تھی اور پتہ نہیں لگا اور نظام کی پکڑ سے بھی بچ گیا تو ضروری نہیں کہ تم بھی بچ جاؤ۔ تو سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب کام کرنے ہیں یا نیکیاں کرنی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنی ہیں، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ہر اس چیز سے بچنا ہو گا جو دین میں برائی اور بدعت پیدا کرنے والی ہے۔

(خطبہ جمعہ 25/ نومبر 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- خلافت کیا ہے اکسیرِ حیاتِ جاودانی ہے (منظوم)
- ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام (قسط 14)
- ’’لیکھرام کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے‘‘ (حضرت مسیح موعود)
- قذف، زنا بالرضا یا زنا بالجبر کے ثبوت کا طریق اور اس کی سزا

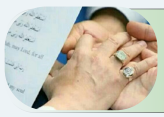

دربارِ خلافت

اُن کے نیچے سے آفتاب کی طرح ایک ایسا روشن چہرہ نکلتا ہے جس کو دیکھنے کی آنکھیں تاب نہیں لاسکتیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ جو بات ہے یہ آج بھی قائم ہے کہ حکومتیں ملنی ہیں۔ تبلیغ کے ذریعہ سے اور دعاؤں کے ذریعہ سے فتوحات ہونی ہیں۔ حضرت ڈاکٹر محمد طفیل خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت 1896ء کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ مقدس کے بعد (جو عیسائی سے جنگ تھی اور debate ہوئی تھی) جو بمقام امرتسر مسیح صاحبان اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تحریری مباحثات کے رنگ میں واقعہ ہوا تھا۔ میرے والد مکرم کے پاس ایک جھمگٹا رہنے لگا اور روزمرہ اس کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی۔ اس مباحثے کے اختتام پر حضور نے عبداللہ آتھم کے متعلق ایک پیشگوئی فرمائی تھی۔ جب اس پیشگوئی کی مقررہ میعاد میں صرف دو تین روز باقی رہ گئے تو مخالفین نے کہنا شروع کیا کہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ بھلا کس طرح ہوسکتا ہے کہ ڈپٹی آتھم ایسا صاحبِ اختیار آدمی جو اپنی حفاظت کے لئے ہر قسم کے ضروری سامان نہایت آسانی سے مہیا کرسکتا ہے اور پولیس کا ایک دستہ اپنے پہرے کے لئے مقرر کرا سکتا ہے، کسی کی سازش کا نشانہ بن سکے۔ میرے والد صاحب کو یہ باتیں سخت ناگوار گزرتی تھیں اور اُن لوگوں کے طنزیہ فقروں کے جواب میں وہ کہہ اُٹھتے کہ میعادِ پیشگوئی کے پورا ہو جانے سے پہلے کوئی رائے زنی کرنا سخت بے باکی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اُس دن آفتاب غروب نہ ہوگا جبتک کہ اسلامی فتح کے نشان میں یہ پیشگوئی اپنے اصلی روپ میں پوری نہ ہولے گی۔ ایک دن باقی رہ گیا پھر خبر آئی کہ ابھی آتھم زندہ ہے۔ کہتے ہیں میرے والد صاحب کی بے چینی اس خبر کو سن کر بہت ترقی کرگئی۔ (بہت بڑھ گئی) وہ برداشت نہ کرسکتے تھے کہ جو پیشگوئی اسلامی فتح کے نشان کے طور پر کی گئی ہے وہ پوری ہونے سے قاصر رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعداء خوش تھے لیکن میرے والد صاحب کے دل پر غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اور وہ دعاؤں میں لگ گئے۔ اُسی رات خدائے کریم وحکیم نے خواب میں اُن کو ایک نظارہ دکھلایا۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شکل ہے جو انسانی وجود معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے منہ پر بالخصوص اور باقی سارے جسم پر بالعموم کثرت کے ساتھ گھاس پھوس اور گرد و غبار پڑا ہوا ہے، اُس کا چہرہ بالکل نظر نہیں آتا۔ اور باقی جسم سے بھی اُس کی شناخت ناممکن ہو رہی ہے۔ ایک اور شخص ہے جس کی پیٹھ میرے والد صاحب کی طرف کو ہے لیکن اُس کا منہ اس گرد و غبار سے ڈھکے ہوئے وجود کی طرف ہے۔ وہ نہایت احتیاط اور محنت اور محبت کے ساتھ ایک ایک کر کے اُس دوسرے شخص کے وجود پر سے تنکے اپنے ہاتھوں سے چُن چُن کر اُتار رہا ہے۔ کچھ وقت کے بعد وہ تمام تنکوں کو اُٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ اور گرد و غبار سے اُس کے جسم کو صاف کر دیتا ہے۔ اور جونہی کہ وہ تنکے وغیرہ سب اُتر کر گر جاتے ہیں۔ اُن کے نیچے سے آفتاب کی طرح ایک ایسا روشن چہرہ نکلتا ہے جس کو دیکھنے کی آنکھیں تاب نہیں لاسکتیں۔ اُسی وقت خواب میں ہی تفہیم ہوتی ہے کہ یہ مقدس انسان جس کے جسمِ مطہر سے تنکے دور کئے گئے ہیں، وہ سیدنا حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنکوں کو دور کرنے والے صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ رات کو یہ نظارہ دیکھا۔ صبح ہوتے ہی معاندینِ سلسلہ اکٹھے ہو کر پھر آئے اور کہنے لگے کہ دیکھئے صاحب، یہ کل آپ کیا کہہ رہے تھے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آتھم ابھی

بقیہ صفحہ 5 پر

خلافت کیا ہے اکسیرِ حیاتِ جاودانی ہے

(کلام میر اللہ بخش تسنیم)

خلافت نے کیا کونین کا مقصود آدم کو
خلافت نے فرشتوں کا کیا مسجود آدم کو

خلافت کے وسیلے سے جہاں زیرِ نگیں کرلو
جہاں کا ذکر کیا کون و مکاں زیرِ نگیں کرلو

خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں

خلافت ہی بالفاظ دِگر ہے قدرتِ ثانی
جہاں کی بزم میں آئینہ دارِ شانِ رحمانی

خلافت شہپرِ پروازِ آدم کی توانائی
یدِ بیضا خلافت ہے، خلافت ہے مسیحائی

ہیں پھل نخلِ خلافت کے جہانگیری، جہانبانی
خلافت ہے سراسر مہبطِ الطافِ ربانی

خلافت ناتوانوں کی توانائی کا سرمایہ
خلافت سے غریبوں پر خدا کے فضل کا سایہ

خلافت سے اشاعت حق کی دنیا کے کناروں تک
صداقت پھیلتی ہے ریگزاروں کوہساروں تک

خلافت سے میسر دین کو تمکین ہوتی ہے
خلافت میں سراسر قوتِ تکوین ہوتی ہے

خلافت اُمتِ مرحوم میں موعودِ ربانی
بغیر اِس کے پنپ سکتی نہیں شاخِ مسلمانی

خلافت مرکزِ پرکارِ جوشِ کامرانی ہے
خلافت کیا ہے اکسیرِ حیاتِ جاودانی ہے

خلافت شاہبازوں سے ممولوں کو لڑاتی ہے
یہی آئینِ فطرت ہے خلافت غالب آتی ہے

خلافت ہے دلیل ایمان کی اور نیکو کاری کی
خلافت ہے دلیل امت پہ لطف وفضلِ باری کی

خلافت سے شعورِ قوم کو تابندگی حاصل
اِسی کے فیض سے تنظیم کو ہے زندگی حاصل

خلافت میں نہاں رازِ دوامِ شادکامی ہے
فدا ہے حریت جس پر خلافت کی غلامی ہے

خلافت ضامنِ امنِ حقیقی خوف سے خالی
اِسی سے وحدتِ باری کی پاتی ہے نمو ڈالی

خلافت سے عبادت زندگی کا نور پاتی ہے
نشاطِ جانفروزِ جلوہ ہائے طور پاتی ہے

خلافت سے خَزف ریزے بہا پاتے ہیں گوہر کی
چمک ذروں میں ہوتی ہے نمایاں مہر انور کی

خلافت عصمتِ صغریٰ عطا کرتی ہے ملت کو
ہلاکت سے مصیبت سے بچا لیتی ہے امت کو

حصارِ عافیت ہے خیر و خوبی کا خزانہ ہے
خلافت سے جدا ہونا شعارِ فاسقانہ ہے

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے پیاروں کی خود حفاظت فرماتا ہے

قسط 14

اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰؐ سے اللہ پاک نے وعدہ فرمایا

وَاللّٰہ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاس

(المائدہ:68)

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 صفحہ250 حاشیہ نمبر 11)

خدا تجھے ان لوگوں کے شر سے بچائے گا کہ جو تیرے قتل کرنے کی گھات میں ہیں۔

عصمت سے مراد یہ ہے کہ بڑی آفتوں سے جو دشمنوں کا اصل مقصود تھا بچایا جاوے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عصمت کا وعدہ کیا گیا تھا حالانکہ احد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت زخم پہنچے تھے۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد18 صفحہ529)

سورۃ المائدہ مدینہ میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں یہود ونصاریٰ کی بے دینی ''مسلسل بدعہدیوں اور گستاخانہ رویہ کا ذکر کر کے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے پیارے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو ارشاد فرمایا کہ آپؐ اعلائے کلمۂ حق کا فرض ادا کرتے رہیں میں خود آپ کی حفاظت کروں گا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی آپؐ کے خیمے کے گرد پہرہ تھا آپؐ نے پہرے پر مستعد سرفروشوں سے فرمایا

آپ جاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

نیز آپؐ نے فرمایا

اے لوگو! تم اگر میری سچائی کی دلیل تلاش کرتے ہو تو سن رکھو خدا نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ اے محمدؐ! جب بھی لوگ تمہیں شر پہنچانا چاہیں گے تو میں تیری حفاظت کروں گا۔

(روایت حضرت عائشہؓ ترمذی ابواب التفسیر سورہ مائدہ)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی جسمانی اور روحانی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ کل عالم کو فریضہ تبلیغ کا کام جان پر کھیلے بغیر ممکن نہ تھا۔ قلبِ محمدؐ کی تقویت اور جمعیتِ خاطر کے لئے مولیٰ کریم کی حفاظت کا وعدہ ایک طرف یہ بتا رہا تھا کہ یہ راہ پرخطر ہے اور دوسری طرف روحانی طاقت میں اضافہ کا حوصلہ تھا اور بڑھتے ہوئے قربِ الٰہی کا سکون تھا۔ فی الوقت اس مضمون میں آپؐ کی معجزانہ جسمانی حفاظت کا ذکر ہوگا۔ جو آپؐ کی صداقت کی ایک دلیل بھی ہے۔

حفاظت الٰہی کی تجلیات آپؐ کی پیدائش سے پہلے شروع ہوگئی تھیں ابرہہ سے خانۂ خدا کو بچانا دراصل آنے والی بابرکت ذات کو بچانا تھا۔ پھر قریبی عزیزوں کی پے درپے وفات سے آپؐ دربدر نہیں ہوئے زیادہ لاڈ پیار نازونعم اور عمدہ پرورش کے سامان ہوتے رہے۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا خانۂ خدا میں سجدہ ریز رسول اللہؐ کا سر کچلنے کے ارادے سے بڑا سا پتھر لے کر آنے والے ابوجہل کو بڑے بڑے دانتوں والے ہیبتناک مست اونٹ کے نظارے نے شل کر دیا۔ آپؐ کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو بھیجا تھا۔ سجدے میں پیشانی رکھنے والے کو گردوپیش میں کسی کارروائی کا علم بھی نہیں ہوا جبکہ اس کی حفاظت کے ضامن نے ابوجہل کو ناکام ونامراد لوٹا دیا۔

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ

مشرکینِ مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف زہر اگلنے کے بعد یہ فیصلہ کر کے اٹھتے ہیں کہ برداشت کی حد ختم ہوگئی اب ایک ہی صورت ہے کہ اس فتنے کے سرغنہ محمدؐ کو جان سے مار دیا جائے ایک بہادر سپوت ننگی تلوار لے کر نکلتا ہے ابھی منزل تک نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا دل پھیرنے کے سامان کر دیتا ہے اور وہ کلمہ شہادہ پڑھ کے مسلمان ہوجاتا ہے۔ قتل کے ارادے سے آنے والا خود مقتول ہوجاتا ہے اس پر وار کس نے کیا؟ اسی کریم ذات نے جس نے محمدؐ سے حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ عبادت کر رہے تھے آپؐ کے گلے میں پٹکا ڈال کر لوگوں نے کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ آپؐ کی آنکھیں باہر نکل آئیں اتنے میں ابوبکرؓ وہاں آگئے اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے چھڑایا کہ اے لوگو کیا تم ایک آدمی کو اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے خدا میرا آقا ہے۔ ایک دفعہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؐ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھری لاکر رکھ دی گئی اور اس کے بوجھ سے اس وقت تک آپؐ سر نہ اٹھا سکے جب تک بعض لوگوں نے پہنچ کر اس اوجھری کو آپؐ کی پیٹھ سے ہٹایا نہیں۔

آپؐ کے گھر میں اردگرد کے گھروں سے متواتر پتھر پھینکے جاتے۔ باورچی خانے میں گندی چیزیں پھینکی جاتیں جن میں بکروں اور اونٹوں کی انتڑیاں بھی شامل ہوتیں۔ جب آپؐ نماز پڑھتے تو آپؐ کے اوپر گردوغبار ڈالی جاتی تھی حتی کہ آپؐ کو چٹان میں سے نکلے ہوئے ایک پتھر کے نیچے چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی تھی۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ198)

طائف کی سنگلاخ زمین پر پتھروں کی چوٹیں سہتے اور زخم کھاتے ہوئے اس حالت میں کہ نعلین مبارک خون جم جانے سے پاؤں میں چپکی ہوئی تھیں تین کوس تک جس طرف رخ تھا بھاگتے گئے۔ اس بظاہر بے یارومددگار بندۂ خدا کو ان ظالموں سے قادر وتوانا خدا نے بچایا۔

ہجرت کے وقت غار ثور کے دہانے پر کھوجی کہہ رہا تھا یہاں تک تو پیروں کے نشان ملتے ہیں اس کے بعد انہیں زمین کھا گئی یا آسمان پر چڑھ گئے۔ آپؐ وہیں تھے ان کی آوازیں سن رہے تھے مگر اپنے اللہ کی حفاظت میں تھے ذرا سی مکڑی کمزور سا جالا ننھی کبوتری کا گھونسلا اور انڈے یہ ان خونخوار دشمنوں سے نہیں بچا رہے تھے وہ قادر وتوانا خدا تھا جو حصار بنائے کھڑا تھا۔ سراقہ بن مالک سَو اونٹوں کے لالچ میں پیچھا کرتا ہوا اپنے مطلوب تک پہنچ گیا تھا کسی طاقت ور کے ہاتھ نے اس کے گھوڑے کو بار بار گرایا یہاں تک کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ ان کے ساتھ تو کوئی اور ہی طاقت کام کر رہی ہے۔ چشم تصور میں ان کے اقتدار کے نقشہ سے دل پر لرزہ طاری ہوا وہ اتنا مرعوب ہوا کہ خود پناہ مانگنے پر مجبور ہوگیا۔

بادشاہ ایران خود کو مطلق العنان سمجھتا تھا آنحضورؐ کا دعوت الی اللہ کا خط پہنچا تو خط پھاڑ دیا، ایلچی کو قتل کرادیا اور اپنے سپاہی روانہ کئے کہ اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے لے آئیں۔

اس واقعہ کے بارے میں حضرت اقدس علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''وہ شام کے قریب پہنچے اور کہا ہمیں گرفتاری کا حکم ہے۔ آپؐ نے اس بے ہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا ''تم اسلام قبول کرو۔''

''اس وقت آپؐ صرف دوچار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے مگر ربانی رعب سے وہ دونوں بید کی طرح کانپ رہے تھے آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جناب عالی کا کیا جواب ہے کہ ہم جواب ہی لے جائیں حضرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کل تمہیں جواب ملے گا۔ صبح کو جو وہ حاضر ہوئے تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ وہ جو تم خداوند خداوند کہتے ہو وہ خداوند نہیں ہے خداوند وہ ہے جس پر موت اور فناطاری نہیں ہوتی۔ مگر تمہارا خداوند آج رات کو مارا گیا میرے سچے خداوند نے اسی کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا سو وہ آج رات اس کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ اور یہی جواب ہے، یہ بڑا معجزہ تھا''

(نور القرآن، روحانی خزائن جلد9 صفحہ385)

''یہ معجزہ اس لئے بھی بڑا تھا کہ ایک باپ اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ شیرویہ کے ایلچی کو بھیجے ہوئے مکتوب کے الفاظ بھی غیر معمولی ہیں۔ ''یاد رکھو کہ میرے باپ نے جو حکم عرب کے ایک مدعی نبوت کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ بھی ظالمانہ حکم تھا اسے بھی ہم منسوخ کرتے ہیں اور جب تک کوئی نیا حکم نہ آئے اس کے متعلق کوئی کارروائی نہ کرو''

(طبری جلد3 صفحہ1584)

سن چھ ہجری کا واقعہ ہے جنگ احزاب کی ہزیمت کے بعد ابوسفیان نے سوچا کہ ہر تدبیر ناکام ہوگئی ہے۔ اب کسی دشمن اسلام کو آمادہ کیا جائے کہ وہ چپکے سے مدینہ جائے اور آپؐ کو قتل کر آئے اس نے دیکھا تھا کہ آپ بغیر کسی پہرے کے گلی کوچوں میں بے تکلف چلتے پھرتے ہیں پانچوں وقت کی

نمازیں پڑھاتے ہیں۔ قتل کرنے والے کا کام کوئی مشکل نہیں ہوگا۔ اسے اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے ایک بدوی مل گیا جس نے وعدہ کیا کہ وہ خنجر چھپا کے رکھے گا اور موقع ملتے ہی کام تمام کردے گا۔ پھر بھاگ کر کسی قافلے کے ساتھ مل کر بچ کر نکل جائے گا۔ ابوسفیان نے اسے تیز رفتار اونٹنی اور زاد راہ دے کر رخصت کیا یہ معاملہ انتہائی راز میں رکھا گیا۔ وہ چھ دن سفر کر کے مدینہ پہنچا اور سیدھا قبیلہ بنی عبدالاشہل کی مسجد گیا جہاں آنحضورؐ تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے اسے آتے دیکھ کر فرمایا یہ شخص کسی بری نیت سے آیا ہے وہ یہ سن کر اور بھی تیزی سے آگے بڑھا ایک انصاری حضرت اسید بن حضیر نے اسے دبوچ لیا جس سے اس کا خنجر نیچے گر گیا۔

آنحضورؐ نے اسے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے جاں بخشی اور معافی کے وعدے سے ابوسفیان کا سارا منصوبہ بتا دیا اور چند دن وہاں قیام کے بعد اسلام قبول کر لیا۔

(سیرۃ خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد خلاصہ صفحات 741 تا 743)

سن سات ہجری میں فتحِ خیبر کے بعد ابھی آپؐ خیبر میں مقیم تھے کہ یہودیوں نے آپؐ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی ایک خاتون زینب بنت الحارث نے آنحضورؐ کے لئے بھنی ہوئی ران میں زہر ملا کر آپؐ کو پیش کی آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھے ابھی آپ نے ایک لقمہ ہی لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اسے کھانے سے منع کر دیا جس صحابی بِشرؓ نے ایک لقمہ کھایا تھا وہ وفات پا گئے۔ آنحضورؐ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ ہم آپؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے آپؐ نے فرمایا ’’اللہ تمہیں ایسا نہیں کرنے دے گا۔‘‘ اس نے کہا ’’کیا آپ کو قتل نہیں کیا جا سکتا؟‘‘ آپ نے فرمایا نہیں۔

(مسلم باب السلام کتاب السم)

اس نبیٔ رحمتؐ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ کوئی انتقام نہ لیا۔

(ابوداؤد)

جنگِ حنین کے بعد ایک شخص شیبہ نے آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ کہتے ہیں:

’’میں بھی اس لڑائی میں شامل ہوا مگر میری نیت یہ تھی کہ جس وقت لشکر آپس میں ملیں گے تو میں موقع پا کر رسول اللہؐ کو قتل کر دوں گا اور میں نے دل میں یہ کہا کہ عرب اور غیر عرب تو الگ رہے اگر ساری دنیا بھی محمدؐ کے مذہب میں داخل ہوگئی تو میں تو نہیں ہونے کا جب لڑائی تیزی پر ہوئی اور ادھر کے آدمی ادھر کے آدمیوں سے مل گئے تو میں نے تلوار کھینچی اور رسول اللہؐ کے قریب ہونا شروع ہوا۔ اس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ میرے اور آپؐ کے درمیان آگ کا ایک شعلہ اٹھ رہا ہے جو قریب ہے کہ مجھے بھسم کر دے۔ اس وقت مجھے رسول اللہؐ کی آواز آئی ’’شیبہ میرے قریب ہو جاؤ۔‘‘

میں جب آپؐ کے قریب گیا تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔ اے خدا شیبہ کو شیطانی خیالوں سے نجات دے۔

شیبہ کہتے ہیں رسول اللہؐ کے ہاتھ پھیرنے کے ساتھ ہی میرے دل سے ساری دشمنیاں اور عداوتیں اڑ گئیں اور اس وقت سے رسول اللہؐ مجھے اپنی آنکھوں سے اور اپنے کانوں سے اور اپنے دل سے زیادہ عزیز ہو گئے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 223)

حضرت اقدس غلامِ احمد مسیح موعود علیہ السلام سے الٰہی حفاظت کے وعدہ میں مماثلت

اللہ تعالیٰ نے دور آخرین میں آنحضورؐ کے نائب سے بھی معجزانہ حفاظت کا وعدہ فرمایا آپ کو احیائے دین اسلام کا فریضہ سونپا۔ انتہائی صبر آزما کام ’’شش جہات خطرات‘‘ ہر مذہب و ملت کے ماننے والے جانی دشمن‘‘ ہر وسیلہ آپؑ کی جان اور پیغام کو مٹا دینے کے درپے تھا ایسے میں حوصلہ دیتی ہوئی قادر و توانا اللہ تعالیٰ کی آواز آئی۔

يظل ربك عليك و يغيثك و يرحمك و ان لم يعصمك الناس فيعصمك الله من عنده۔ يعصمك الله من عنده و ان لم يعصمك الناس

خدائے تعالیٰ اپنی رحمت کا تجھ پر سایہ کرے گا اور نیز تیرا فریاد رس ہوگا اور تجھ پر رحم کرے گا اور اگر تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائے گا اور خدا تجھے ضرور اپنی مدد سے بچائے گا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 608-609 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

ان لم يعصمك الناس فيعصمك الله من عنده۔ يعصمك الله من عنده و ان لم يعصمك الناس

اگرچہ لوگ تجھے نہ بچاویں یعنی تباہ کرنے میں کوشش کریں مگر خدا اپنے پاس سے اسباب پیدا کر کے تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچا لے گا اگرچہ لوگ بچانا نہ چاہیں۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 528)

انی احافظ کل من فی الدار الاالذین علوا من استکبار۔ واحافظك خاصة سلام قو لا من رب رحیم

یعنی میں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں اونچا کریں اور میں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 401)

’’انی احافظ کل من فی الدار یعنی خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ اس گھر کی چار دیواری کے اندر رہیں سب کو میں طاعون سے بچاؤں گا سو گیارہ برس سے بڑے بڑے حملے طاعون کے اس نواح میں ہو رہے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گھر کا ایک کتا بھی طاعون سے نہیں مرا‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 547)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں یعصمك اللہ کی بشارت ہے ایسا ہی اس خدا کی وحی میں میرے لئے یعصمك اللہ کی بشارت ہے اور سلسلہ کے اول اور آخر کے مرسل کو قتل سے محفوظ رکھنا اس حکمتِ الٰہی کے تقاضا سے ہے کہ اگر اول سلسلہ کا مرسل جو صدر سلسلہ ہے شہید کیا جائے تو عوام کو اس مرسل کی نسبت بہت شبہات پیدا ہو جاتے ہیں... اور اگر آخر سلسلہ کا مرسل شہید کیا جائے تو عوام کی نظر میں خاتمہ سلسلہ پر ناکامی اور نامرادی کا داغ لگایا جائے گا اور خدا تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ خاتمہ سلسلہ کا فتح اور کامیابی کے ساتھ ہو۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 70)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے حفاظت کا بار بار وعدہ فرمایا:

’’خدا نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے وہ وعدہ واللہ یعصمك من الناس کا ہے۔ پس اسے کوئی مخالف آزما لے اور آگ جلا کر ہمیں اس میں ڈال دے آگ ہرگز ہم پر کام نہ کرے گی اور وہ ضرور ہمیں اپنے وعدہ کے مطابق بچا لے گا لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم خود آگ میں کودتے پھریں یہ طریق انبیاء کا نہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (البقرہ:196) پس ہم خود آگ میں دیدہ دانستہ نہیں پڑتے بلکہ یہ حفاظت کا وعدہ دشمنوں کے مقابلہ پر ہے کہ اگر وہ آگ میں ہمیں جلانا چاہیں تو ہم ہرگز نہیں جلیں گے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 480)

’’دنیا میں اک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

ہم خوب دیکھ چکے ہیں کہ جب کبھی کسی دشمن نے ہمارے ساتھ بدی کے واسطے منصوبہ کیا خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اس میں سے ایک نشان ہمارے تائید میں ظاہر فرمایا ہمارا بھروسہ خدا پر ہے انسان کچھ چیز نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 26)

اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں کی افواج کے ساتھ اپنے پیارے کو کس طرح محفوظ رکھتا ہے بے شمار مثالوں میں سے چند ایک کا ذکر تاریخ کے صفحات سے درج ہے۔

’’حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لائے تو آپؑ نے سب سے پہلے محلہ جھنڈانوالہ میں ایک چوبارے پر قیام فرمایا۔ ایک دفعہ حضور پندرہ سولہ افراد کے ساتھ اس چوبارے میں آرام فرما رہے تھے کہ شہتیر سے ٹک ٹک کی آواز آئی اس پر آپؑ نے ساتھیوں کو سختی سے نکلنے کا حکم دیا جب آپؑ کے ساتھی نکل گئے تو آپؑ نے باہر آنے کا قصد کرتے ہوئے ابھی دوسرے زینے پر ہی قدم رکھا تھا کہ چھت دھڑام سے آ گری اور آپ معجزانہ طور پر بچ گئے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 18)

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں سیالکوٹ میں تھا ایک دن بارش ہو رہی تھی جس کمرے میں مَیں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی سارا کمرہ دھوئیں کی طرح ہو گیا گندھک کی سی بو آتی تھی لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا اسی وقت وہ بجلی ایک مندر پر گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اس میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے لئے پیچ در پیچ ارد گرد دیوار بنی ہوئی تھی اور

اندر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا بجلی تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اس پر پڑی اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گی۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 532)

’’مولوی محمد حسین بٹالوی نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو قتل کرانے کی بھی متعدد بار سازش کی چنانچہ مولوی عمرالدین شملوی کی شہادت ہے کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور حافظ عبدالرحمن صاحب سیاح امرتسری آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ مرزا صاحب کو چپ کرانے کی کیا تجویز ہو حافظ عبدالرحمن صاحب نے کہا میں بتاتا ہوں مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ اب میں مباحثے نہیں کروں گا انہیں مباحثے کا چیلنج دے دو اگر وہ تیار ہو گئے تو انہیں کا قول یاد دلا کر انہیں نادم کیا جائے کہ ہم پبلک کو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنے قول کا پاس نہیں اور اگر مباحثے سے انکار کیا تو ہم یہ اعلان کر دیں گے کہ دیکھو ہمارے مقابل پر آنے کا حوصلہ نہیں مولوی عمرالدین نے کہا مجھے کہو تو میں جا کر انہیں مار آتا ہوں جھگڑا ہی ختم ہو جائے اس پر وہ کہنے لگے تمہیں کیا معلوم ہم یہ سب تدبیریں کر چکے ہیں کوئی سبب ہی نہیں بنتا۔ یہ سنتے ہی مولوی عمرالدین صاحب کے دل میں حضورؑ کی صداقت کا یقین ہو گیا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنی اس حسرت کا دوبارہ اظہار اور عیسائی حکومت کو آپؑ کے قتل پر اُکسا کر 1897ء میں لکھا حکومت وسلطنت اسلامی ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر کاٹ کر آپ کو مردار کر دیتے۔ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک ایسا کفر اور ارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کچھ نہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 390)

حضرت اقدسؑ 1891ء میں دہلی تشریف لے گئے تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے آپ کو اطلاع دیئے بغیر جامع مسجد میں مباحثے کا اعلان کر دیا۔ آپ اس میں جانے کے اخلاقاً پابند نہیں تھے تاہم دعوت الی اللہ کے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے وہاں جانے کا فیصلہ فرمایا۔ مخالفین انتہائی اشتعال انگیز تقریریں کر کے عوام کو شرارت پر اُکسا رہے تھے۔ دہلی میں آپ کے گھر کا محاصرہ کر کے فساد کے لئے تیار تھے۔ آپؑ یہ شور و شر دیکھ کر بالا خانے پر تشریف لے گئے ہجوم کواڑ توڑ کر گھر کے اندر گھس گیا اور کچھ لوگ بالا خانے تک پہنچ گئے۔ اس صورت حال میں مباحثہ ناممکن تھا۔ بالآخر 20 اکتوبر کی تاریخ مقرر کی گئی۔ آپؑ کو پیغام آنے لگے کہ آپ جامع مسجد ہرگز نہ جائیں آپؑ کی جان کو خطرہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے اس شیر نے فرمایا۔

’’کوئی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کافی‘‘

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 344-345)

آپ اپنے احباب کے ساتھ بگھیوں میں مسجد کی طرف روانہ ہوئے راستے میں کئی بد بخت گھات میں بیٹھ گئے کہ حضور پر فائر کریں گے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت کہ جس راہ حضرت اقدس اور آپ کے خدام کو جانا تھا بگھی والوں نے کہا کہ ہم اس راہ سے نہیں جائیں گے اس طرح آسمانی حفاظت نے آپ کی جان کو محفوظ رکھا۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 423 تا 425 کا خلاصہ)

یہ بھی 1981ء کا واقعہ ہے لدھیانہ میں ایک گنوار شخص مخالفانہ تقاریر سن کر جوش میں آ گیا اہولٹھ لے کر حضرت اقدسؑ کے بالا خانے میں پہنچ گیا۔ آپؑ اس حاضرین کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے وہ بیٹھ کر سننے لگا کچھ دیر بعد وہ لٹھ اس کے کندھے سے اتر کر ہاتھ میں آ گیا آپؑ کا خطاب ختم ہوا تو کہا

’’میں ایک مولوی صاحب کے وعظ سے اثر پا کر اس ارادہ سے یہاں اس وقت آیا تھا کہ اس لٹھ کے ساتھ آپؑ کو قتل کر ڈالوں اور جیسا کہ مولوی صاحب نے وعدہ فرمایا ہے سیدھا بہشت کو پہنچ جاؤں۔ مگر آپ کی تقریر کے فقرات مجھ کو پسند آئے اور میں زیادہ سننے کے واسطے ٹھہر گیا اور آپؑ کی ان تمام باتوں کو سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مولوی صاحب کا وعظ بالکل بے جا دشمنی سے بھرا ہوا تھا آپ بے شک سچے ہیں اور آپؑ کی باتیں سچی ہیں میں بھی آپؑ کے مریدوں میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔‘‘

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 41، 51)

دشمنوں کے آٹھ حملے

’’کپتان ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں میرے پر خون کا مقدمہ دائر کیا گیا میں اس سے بچایا گیا۔ بلکہ بریت کی خبر پہلے سے مجھے دے دی گئی۔ اور قانون ڈاک کی خلاف ورزی کا مقدمہ میرے پر چلایا گیا جس کی سزا چھ ماہ قید تھی اس سے بھی میں بچایا گیا اور بریت کی خبر پہلے سے مجھے دے دی گئی اسی طرح مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں ایک فوجداری مقدمہ میرے پر چلایا گیا آخر اس میں بھی خدا نے مجھے رہائی بخشی اور دشمن اپنے مقصد میں نامراد رہے اور اس رہائی کی پہلے مجھے خبر دی گئی پھر ایک مقدمہ فوجداری جہلم کے ایک مجسٹریٹ سنسار چند نام کی عدالت میں کرم دین نام کے ایک شخص نے مجھ پر دائر کیا اس سے بھی میں بری کیا گیا اور بریت کی خبر پہلے سے خدا نے مجھے دی اسی طرح میرے دشمنوں نے آٹھ حملے میرے پر کئے اور آٹھ میں ہی نامراد رہے اور خدا کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو آج سے پہلے براہین احمدیہ میں درج ہے یعنی یہ کہ ینصرک اللّٰہ فی مواطن کیا یہ کرامت نہیں؟‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن 22 صفحہ 981)

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

زندہ ہے، مرا نہیں اور آپ کے مرزا کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ تم کو جو خبر ملی ہے وہ غلط ہے۔ آتھم یقیناً زندہ نہیں ہو گا اور اگر وہ زندہ ہے تو وہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے دینی بھائیوں کے لئے ضرور مر چکا ہے۔ اُس نے ان باتوں سے اگر توبہ نہیں کی تھی تو بہر حال دوبارہ اُس کا اظہار نہیں کیا۔ جب تک تمام باتوں کی حقیقت نہ کھل جائے اپنے شکوک و ابہامات کو خدا کے حوالے کریں۔ رات جو میں نے نظارہ دیکھا ہے اگر تم بھی وہ دیکھ لیتے تو پھر تمہیں پتہ لگتا کہ یہ شخص جس کے خلاف تم لوگ زہر اُگل رہے ہو کس پایہ کا انسان ہے۔ میں نے تو جب سے وہ خواب کا نظارہ دیکھا ہے اس سے میری طبیعت پر یہ اثر ہے کہ بہرحال یہ نشان اس طرز سے پورا ہو کر رہے گا کہ دنیا کو اپنی شوکت دکھا کر رہے گا۔ پھر اور بھی سینکڑوں ہزاروں نشان سیدنا حضرت مرزا صاحب کے وجود سے ظاہر ہوں گے جو دشمنانِ اسلام کی پیدا کردہ تمام روکوں کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 156-156الف۔ از روایات حضرت ڈاکٹر محمد طفیل خان صاحبؓ)

پس اسلام کی جو خوبصورت تعلیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح چہرہ دکھانا اور آپ پر لگائے تمام الزامات کو دور کرنا یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی کام تھا۔ اب یہ دیکھیں کہ یہ مقابلہ جو عبداللہ آتھم کے ساتھ تھا اُس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دفاع کر رہے تھے اور بعض مسلمان کہلانے والے بلکہ اُن کے علماء بھی دوسروں کا ساتھ دے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کی سچائی ظاہر کرنا چاہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ دکھانا چاہتے ہیں اور یہ لوگ آپ کی مخالفت کر رہے تھے۔

اب آج یہ لوگ بڑے بڑے جلوس نکال رہے ہیں۔ میلادِ نبی کی خوشیاں منا رہے ہیں تو حقیقی خوشی جشن منانے میں تو نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے میں، آپ کی خوبصورت تعلیم کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے میں ہے۔ آپ پر درود بھیجنے میں ہے۔ پہلے میں نے ایک حوالہ پڑھا تھا کہ دین میں قوت پیدا کرو۔ تو یہ دین میں قوت پیدا کرنا آج ہر مسلمان کا کام ہے اگر حقیقی مسلمان ہے۔ اور وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑ کر ہی ہو سکتا ہے۔ آتھم کی بھی موت کچھ عرصہ تک ٹل گئی تھی لیکن چھ سات مہینے بعد، کیونکہ اُس نے ایک طرح کی توبہ کی تھی، اور اُن الفاظ کو دہرانے سے پرہیز کیا تھا، احتراز کیا تھا تو چند مہینے کے بعد پھر وہ موت واقع ہو گئی۔ تو یہی پیشگوئی تھی کہ اگرچہ کچھ دیر کے لئے موت ٹل تو سکتی ہے لیکن یہ واقعہ ضرور ہو گا۔ اور وہ ہوا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا، ایک خواب سنائی تھی کہ حکومتیں اگر حاصل کرنی ہیں، دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے تو تبلیغ کے ذریعہ سے ہو گا، اس طرف بھی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ 25؍ جنوری 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ، نائیجیریا

''لیکھرام کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے'' (مسیح موعودؑ)

قسط اول

پنڈت لیکھرام کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی 6؍ مارچ 1897ء کو پوری ہوئی۔ جس کو 125 سال بیت رہے ہیں۔ اس مناسبت سے ادارہ الفضل آن لائن مؤرخہ 4 اور 5 مارچ کو اپنے قارئین کو تاریخ کے آئینہ میں لے جا رہا ہے۔

اس عظیم الشان پیشگوئی کو تب تک صحیح طور پر نہیں سمجھا جاسکتا جب تک کہ قاری آریہ سماج، اس کی تشکیل، تاریخ، بانیان، فلاسفی اور لوگوں پر اس فلاسفی کے اثرات کو نہ سمجھے۔ اس لئے اس مضمون کے پہلے حصہ میں ہم ان سب نکات پر کچھ بیان کریں گے پھر اس پیشگوئی کی تفصیلات اور اس کے پورے ہونے کے بارہ میں آگاہی حاصل کریں گے۔

آریہ سماج

یہ تحریک ہندو مذہب میں سن 1875ء میں سوامی دیانند سرسوتی (1824ء تا 1883ء) نے شروع کی۔ یہ تحریک ایک اصلاحی تحریک سے بڑھ کر آہستہ آہستہ ایک فرقہ کا روپ دھار گئی۔

آپ سے متاثر ہونے والے لوگوں میں لالہ راجپت رائے (1865ء تا 1928ء)، سوامی شردھانند (1856ء تا 1926ء) ان صاحب نے بعد میں ہندوستان میں شدھی تحریک کی ابتداء کی۔، شیام جی کرشنا ورما (1857ء تا 1930ء) ونایک دامودر ساورکر (1883ء تا 1966ء) اور پنڈت لیکھرام (1858ء تا 1897ء) وغیرہ سرفہرست ہیں۔ آپ نے ایک کتاب ستیارتھ پرکاش لکھی جو اس وقت کی معروف ترین ہندو لٹریچر کے طور پر متعارف ہوئی۔ اس کتاب میں آپ نے ویدک تعلیم کا احیائے نو، قدیم ترین ہندو مذہبی لٹریچر کو پھیلانے اور اس پر عمل کرنے اور وید کے بعد آئی تمام تر تعلیمات اور ہدایتوں کے مقابل پر وید کی عظمت کے قائل ہونے کے بعد اس کی عظمت کو بیان کرنے پر زور دیا۔ اس تحریک نے اوّل اوّل مغربی اور شمالی ہندوستان میں زور پکڑا۔ اس تحریک کے ماننے والے عام ہندوؤں کی طرح بت پرست نہیں تھے۔ اور ان میں کچھ عقائد مثلاً بت پرستی کی مخالفت، جانوروں کی قربانی، قومی و نسلی تعصّبات کو ختم کرنا، کم سنی میں شادی کی مخالفت، عورتوں کے لئے تعلیم کا حق دینا، عورتوں کے لئے برابر کے حقوق، بیواؤں کی شادی اور مندروں میں چڑھاوے باقی ہندومت سے یکسر مختلف تھے۔ اس تحریک میں ویدوں کے من جانب اللہ ہونے، کرما، سمسارا، گاؤ ماتا کی عظمت اور معاشرتی برائیوں کو دور کرنے پر بہت زور دیا گیا تھا۔ اس تحریک نے ہندوستان کے طول وعرض میں یتیم خانوں، مشن ہاوسز، سکولز، کالجز، طبی سہولیات اور آسمانی آفات مثلاً زلزلہ، سیلاب اور قحط سالی کے دوران خدمت خلق پر کافی کام کیا۔

اس تحریک کے بارہ میں پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب The Discovery of India میں لکھتے ہیں۔

''One of the most notable reform movements was started in the second half of the nineteenth century by a Gujarati, Swami Dayananda Saraswati, but it took root among the Hindus of the Punjab. This was the Arya Samaj and its slogan was 'Back to the Vedas.' This slogan really meant an elimination of developments of the Aryan faith since the Vedas...Even the Vedas were interpreted in a particular way. The Arya Samaj was a reaction to the influence of Islam and Christianity, more especially the former. It was a crusading and reforming movement from within, as well as a defensive organization for protection against external attacks. It introduced proselytization into Hinduism and thus tended to come into conflict with other proselytizing religions. The Arya Samaj, which had been a close approach to Islam, tended to become a defender of everything Hindu, against what it considered as the encroachments of other faiths. It is significant that it spread chiefly among the middle-class Hindus of the Punjab and the United Provinces. At one time it was considered by the Government as a politically revolutionary movement.''

(The Discovery of India, page 335, 336, Printed at Rekha Printers Pvt. Ltd., New Delhi 110020 and published by Neil O'Brien, Oxford University Press)

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں سب سے قابل ذکر اصلاحی تحریکوں میں سے ایک آریہ سماج کے نام سے شروع ہوئی۔ گجرات سے تعلق رکھنے والے، سوامی دیانند سرسوتی اس کے بانی تھے۔ مگر اس تحریک نے گجرات کے بجائے پنجاب کے ہندوؤں میں جڑ پکڑ لی۔ تحریک آریہ سماج کا نعرہ 'ویدوں کی طرف واپسی' تھا۔ اس نعرے کا اصل مطلب ویدوں کے مابعد آریائی عقائد (جن کا ویدوں میں ذکر نہیں) کو ختم کرنا تھا۔ یہاں تک کہ ویدوں کی تشریح ایک خاص طریقے سے کی گئی۔ آریہ سماج خاص طور پر اسلام اور بالعموم عیسائیت کے اثر کا ردعمل تھا۔ یہ اندر سے ایک صلیبی اور اصلاحی تحریک تھی، نیز بیرونی حملوں سے تحفظ کے لیے ایک دفاعی تنظیم تھی۔ اس نے ہندومت میں مذہب کی تبدیلی کو متعارف کرایا اور اس طرح دوسرے متفرق مذاہب کے ساتھ متصادم ہونے کا رجحان پیدا ہوا۔ آریہ سماج، جو اسلام کے قریب تھا، ہندوؤں کی ہر چیز کا محافظ بننے کا رجحان رکھتا تھا، اور جو بھی اس کے برخلاف سوچ رکھتا ہو اس کو یا ان عقائد کو ''تجاوزات'' سمجھتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ پنجاب اور متحدہ صوبوں کے متوسط طبقے کے ہندوؤں میں خاص طور پر پھیلا۔ کسی زمانے میں حکومت اسے سیاسی انقلابی تحریک تصور کرتی تھی۔

سوامی دیانند کے ایک شاگرد لالہ راجپت رائے (1865ء تا 1928ء) جن کا پہلے ذکر گزر چکا ہے نے ایک کتاب لکھی جس میں پنڈت دیانند کے دیئے ہوئے اس تحریک کے ایک آئین کا ذکر بھی ملتا ہے جو کہ 28 دفعات پر مشتمل تھا۔ ان میں قابل ذکر ویدوں کی بنیادی حیثیت، اس کے تحت مختلف مقامات پر مراکز، اپنی تربیت اور پھر دوسروں کی تربیت پر توجہ، تعصب سے دور پیار و محبت سے کام کرنا، ہر ممبر اپنی کمائی کا سوواں حصہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے دے، رسوم و رواج، روایات و تعلیم وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔

(آریہ سماج کی تاریخ مصنفہ لالہ لاجپت رائے صفحہ 57، 58۔ ترقی بورڈ اردو۔ نئی دہلی۔ 1977)

اس تحریک نے ہندوازم میں ایک نئی روح پھونکی۔ اس کی اصلاحی اقدامات نے جہاں ایک جانب مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچا اور دوسری جانب ان آنکھوں میں زندگی کی بہبود کے خواب بھی دکھائے۔ اس سلسلہ میں لالہ راجپت رائے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

''آریہ سماج نے ہر انسان کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے جو وہاں پناہ لینے کا خواہشمند تھا۔ جو ہندو مذہب کو چھوڑ کر عیسائی یا مسلمان ہو گئے تھے اور پھر ہندو ہونے کو تیار تھے یا جو عیسائی اور مسلمان ہندو ہونا چاہتے تھے آریہ سماج نے ان سب کا خیر مقدم کیا۔''

(آریہ سماج کی تاریخ مصنفہ لالہ لاجپت رائے صفحہ 249۔ ترقی بورڈ اردو۔ نئی دہلی۔ 1977)

اس تحریک کے اصلاحی انقلاب اور سارے فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ ان کی دوسرے مذاہب سے سختی اور دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا لکھتا ہے،

''It has been criticized, however, as overly dogmatic and militant and as having exhibited an aggressive intolerance toward both Christianity and Islam.''

(Arya Samaj|religious sect,India|Britannica)

(اخذشدہ مؤرخہ 20 دسمبر 2021 بوقت 12:38)

یعنی اس تحریک پر اس کے حد سے زیادہ کٹر اور جارحانہ ہونے اور اسلام اور عیسائیت کی جانب عدم رواداری اور عدم برداشت کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے بہت تنقید کی گئی ہے۔

اس تحریک نے کیسے ہندوستانیوں پر اپنے پنجے گاڑے؟ اس سوال کا جواب کسی ایک آماخذ تاریخ یا کسی ایک منبع علم سے ملنا محال محض ہے۔ اس کو دیکھنے کے لئے تاریخ کے طالبعلم کو جہاں اس وقت کے عمرانی جائزے لینا ہوں گے وہیں اس وقت میں لکھا جانے والا لٹریچر اس معمہ کی پردہ کشائی کرے گا۔ یہاں یہ بات واضح ہو کہ وہ لٹریچر جس سے یہ سوال حل ہو وہ جانبدارانہ نہ ہو بلکہ فریقین کی مقصدیت، اہداف اور تاریخی عوامل کو بھرپور طور پر واضح کرتا ہو۔ اس سلسلہ میں ایک حوالہ پنڈت کشن پرشاد کول کے ایک مضمون جو ''آریہ سماج'' کے عنوان سے رسالہ زمانہ (کانپور) میں چھپا، سے دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ آپ اس تحریک کے اوّل اثرات کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں:

"رشی دیانند کی امت نے اپنے مشن کی عظمت سے متاثر ہو کر اپنے عقیدے کے جوش میں ایک طرف تو مورتی پوجا کی مخالفت کی، اور جات پات کے اختلاف، چھوت چھات کے جھگڑے اور کرم کانڈ کی ریتوں اور رسموں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اونچا کیا، دوسری طرف وہ ویدک دھرم کی فوقیت کا اعلان کر کے دیگر مذاہب کی مخالفت کے میدان میں اتر آئی۔ اور جن لوگوں نے ہندو دھرم سے منہ موڑ کر دیگر مذاہب کے دامن میں پناہ لی تھی انہیں شدھی کا پرچار کر کے پھر ویدک دھرم کا حلقہ بگوش بنا دیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ انیسویں صدی کے ختم ہونے تک آریہ سماج کامل پچیس برس تک اپنے عقیدے کے جوش میں لڑتی رہی اور اس نے دیگر مذاہب اور فرقہ ہائے ہنود میں ایک کھلبلی مچا دی۔ اس لڑائی میں جیسا کہ ہونا لازمی تھا اس کے تیور چڑھے ہوئے تھے اور لب ولہجہ بھی درشت تھا۔ اسی لئے آریہ سماجیوں کو لڑاکا سمجھا جانے لگا۔ لیکن ان کے جوش و خروش میں کمی نہیں ہوئی۔ جو ان ہونی باتیں ہیں ان میں تو آریہ سماج کو کامیابی نہیں ہوئی لیکن آریہ سماج کے بڑے سے بڑے مخالف بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس نے ہندو سماج کے مہمل اصول، زیادتیوں اور کمزوریوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے صدیوں بعد پھر ایک مرتبہ گوتم، کبیر اور نانک کی یاد کو تازہ کر دیا اور ہندو قوم کے مردہ جسم میں نئی روح پھونک کر اسے پھر ایک مرتبہ جیتا جاگتا دنیا کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ اور یہ بہت بڑا کام تھا جو آریہ سماج نے کیا۔ اس لحاظ سے رشی دیانند کی عظمت پُراتم رشیوں اور منیوں سے کم نہیں۔"

(رسالہ زمانہ 1903ء تا 1942ء کانپور از دیا نرائن نگم 1943ء تا 1949ء کے شماروں سے انتخاب۔ صفحہ 114، 115۔ مطبوعہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ)

ستیارتھ پرکاش 1875ء میں پہلی بار طبع ہوئی، اس کے بعد سوامی جی کی وفات کے بعد اس کو دوسری بار 1884ء میں طبع کیا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ 1899ء میں آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے لاہور سے شائع کیا۔ اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ (اردو رسم الخط میں) دھرم پال نے کیا جو سیوک سٹیم پریس لاہور نے 1912ء میں شائع کیا۔

سوامی دیانند صاحب کو ان کی وفات سے کوئی 3 ماہ قبل، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی وفات کی خبر دی تھی، آپ فرماتے ہیں:۔

"اس (دیانند) کو زندگی میں مرنے سے پہلے یہ خبر بذریعہ ایک رجسٹری شدہ خط کے دی گئی تھی۔ اور شرمپت اور ملاوامل موجود ہیں۔ ان کو قسم دے کر پوچھا جاوے کہ کیا تین مہینے پہلے یہ خبر دی گئی تھی یا نہیں؟"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 277)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آریہ ورت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ان کی کارروائیوں کا اوائل ہی سے علم تھا۔ اس کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ لالہ شرمپت رائے جو کہ قادیان میں آریہ سماج کے جنرل سیکرٹری تھے، حضور علیہ السلام سے آریہ سماج کی تحریک سے بہت پہلے ہی تعلق ارادت رکھتے تھے۔ 1870ء میں ان کے ایک بھائی لالہ بشمبر داس کے حوالے سے حضرت اقدس کی ایک پیش خبری بھی پوری ہوئی جس پر لالہ شرمپت رائے نے ایک زندہ نشان بھی دیکھا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 657 تا 658 حاشیہ در حاشیہ)

اس بات کا دوسرا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان آریہ سماج کے عقائد و تعلیمات کے حوالے سے لٹریچر اس تحریک کے آغاز میں ہی سپرد قرطاس کرنا شروع کر دیا تھا، یہ ہے کہ مؤرخہ 7 دسمبر 1877ء کے "وکیل ہندوستان" میں روح کے بے انت ہونے اور ان کی تعداد کا پرمیشر کے عدم علم اور مکتی سے متعلق اپنا عقیدہ شائع کیا تو حضرت اقدس نے "سفیر ہند" میں اس کا رد لکھ کر اس عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور پنڈت دیانند صاحب کو چیلنج دیا کہ اگر وہ اس مضمون کا جواب لکھیں تو ان کو مبلغ پانچ سو روپے انعام دیا جائیگا۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول صفحہ 153۔ مطبوعہ پرنٹ ویل امرتسر۔ 2007)

اس کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس تحریک کا آغاز 1875ء میں ہوا اور اسی برس تحریک کی پہلی کتاب ستیارتھ پرکاش ضبط تحریر میں آئی۔ حضور علیہ السلام نے بعض مضامین براہین احمدیہ سے قبل 1879ء میں تحریر فرمائے تھے۔ ان میں آپ نے ان کے عقائد تناسخ، روح کا قدیم و انادی ہونا، مکتی اور ضرورت الہام وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی، ان کے عقائد کا رد کیا اور اسلام کی تعلیم پیش فرمائی۔

آپ نے آریہ سماج کے ایک خدا کو ماننے کے حوالہ سے نہایت عارفانہ بات لکھی، آپ لکھتے ہیں:۔

"بت پرستی سے دستبرداری کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم (قوم آریہ) پیدا کر دی۔ یہ لوگ اسلام کی ڈیوڑھی پر ہیں۔ ایک غیب کا دھکا لگے گا، تو تمہارے بھائی ہو جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد 4، صفحہ 624)

آریہ سماج کے اسلام اور نبی اسلامؐ پر سفلی حملے

اس حقیقت کو جاننے کے بعد کہ آریہ سماج نے ہندوازم میں ایک نئی روح پھونکی اور اپنے عقائد میں رد و بدل کر کے ان کو اسلام کے بالمقابل لا کھڑا کیا اور وہ برکات جو اسلام کے ساتھ خاص ہیں کو آریہ عقائد کی مدد سے اپنے حق میں بیان کرنا شروع کیا۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ہندو جو اپنے مذہب کے معاملہ میں ویسے تو بہت متشدد سمجھے جاتے تھے، عیسائی یلغار سے بری طرح پٹنے کے بعد اس وقت میں اتنے لاغر و کمزور تھے کہ جب آریہ سماج نے بت پرستی کو "پاکھنڈ" قرار دیا تو وہ اپنے لبوں کو حقیر سی جنبش بھی نہ دے سکے!

آریہ سماج نے کتاب ستیارتھ پرکاش کو ماخذ بنا کر اسلام پر ناپاک حملے شروع کئے اور نبی اسلام ﷺ کی ذات بابرکات پر نہایت دلآزار اور رکیک حملے کئے۔ آریہ سماجیوں کا یہ شرانگیز رجحان سوامی دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد لکھی جانے والی کتب نے اسی کتاب کی مدد سے انہی گھسے پٹے اعتراضات کو بار بار استعمال کیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش کی اس "قلمی دہشتگردی" سے نہ یہودیت محفوظ رہی نہ عیسائیت اور نہ ہی اسلام، بلکہ ان سے تو خود ہندومت بھی مامون نہ رہ سکا۔ اس کی منہ زور تلوار سے کوئی پیشوائے مذہب محفوظ نہیں رہا۔ اس سارے اجمال کی تفصیل خواجہ غلام الحسنین پانی پتی کی کتاب "سوامی دیانند اور ان کی تعلیم" میں ملتی ہے۔ جو الفاظ حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات کے لئے استعمال کئے گئے، قلم کا یارا نہیں کہ بیان کر سکے۔ آپ ﷺ کے مقدس وجود پر اتنے گھٹیا الزامات لگائے گئے کہ کوئی لامذہب شریف النفس ان کو بیان کرنے سے پہلے ہزاروں بار سوچے اور پھر اس سوچ کو جھٹک دے۔ ایسی بازاری زبان استعمال کی گئی جس کا بولنا اب شائد اب بازاروں میں بھی موقوف ہو چکا۔

جو سخت، دشنام دہ اور درشت طریقہ کار آریہ سماج نے اپنے دھرم کی تبلیغ و دعوت کے لئے استعمال کیا وہ خود ہندو علماء و مؤرخین نے تسلیم کیا اور اس حقیقت کو مانا کہ آریہ مبلغین نے اس کا اتنا استعمال کیا کہ ان کو "لڑاکا" کہا اور سمجھا جانے لگا۔

پنڈت دیانند اور آریہ سماج کی بدزبانیوں اور بدگوئیوں سے حضور علیہ السلام واقف تھے۔ اس کا اظہار آپ کی اوائل زمانہ کتب میں جابجا ملتا ہے۔ چند نمونے (مشتے از خروارے) پیش ہیں۔

• براہین احمدیہ میں آپ لکھتے ہیں:۔

"انصاف ہمارے ہم وطنوں آریہ قوم سے مٹا جاتا ہے۔ اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں اور تمام انبیاء کی کسرشان کر کے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 94)

"ان (آریہ) کے دلوں میں یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ جو بجز آریہ دیس کے اور جتنے ملکوں میں نبی اور رسول آئے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو تاریکی شرک اور مخلوق پرستی سے باہر نکالا اور اکثر ملکوں کو نور ایمان اور توحید سے منور کیا۔ وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری تھے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 97)

• سرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں:۔

"وید نے اگر آریوں کے دلوں پر کچھ اثر ڈالا ہے تو وہ صرف گالیاں اور دشنام دہی ہے کہ تمام مقدسوں کو فریبی کہنا سب پاک نبیوں کا نام مکار رکھنا دنیا کے برگزیدوں کو بجز اپنے تین یا چار وید کے رشیوں نامعلوم الوجود کو جھوٹا اور دغاباز اور ٹھگ قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے کیا ان لوگوں کے مونہہ سے بجز بدظنیوں اور بدزبانیوں کے کبھی کچھ معارف الٰہی کے نکات بھی نکلے ہیں۔ کیا بجز گندی باتوں اور نابکار خیالات یا تحقیر اور توہین اور ٹھٹھے اور ہنسی اور پرشرارت اور بدبودار لفظوں کے کبھی کوئی دقیق بھید معرفت الٰہی کا بھی ان کی زبان سے سنا گیا ہے۔ کیا ان برتنوں سے کبھی کوئی صفائی کا قطرہ بھی مترشح ہوا ہے یا انہوں نے باطنی پاکیزگی میں کچھ ترقی کی ہے ہرگز نہیں سو جو کچھ وید کا اثر ہے سو ظاہر ہے حاجت بیان نہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 31، 32 حاشیہ)

• شحنۂ حق میں اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"ان آریوں نے ہم سے کس قسم کی تہذیب کا برتاؤ کیا؟ یہ ہم ابھی بیان کریں گے اور ہمیں یقین ہے کہ شریف آریہ ان حرکات بے جا کو بالکل روا نہیں رکھتے ہوں گے جو ہماری نسبت اپنے اقوال پرفحش سے بعض دل جلے آریوں نے اپنے وحشیانہ جوش سے ظاہر کئے ہیں۔ انہوں نے میری نسبت ایسے گندے اشتہار چھاپے ہیں۔ ایسے پر دشنام گمنام خط بھیجے ہیں۔ ایسی غائبانہ گندی باتیں کہیں ہیں کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ کوئی نیک ذات آریہ اس صلاح اور مشورہ میں داخل ہوگا۔ اور پھر ان نیک بختوں نے اسی پر کفایت

نہیں کی بلکہ بار بار خطوط اور اشتہاروں کے ذریعہ سے مجھے قتل کرنے کی بھی دھمکی دی ہے۔‘‘

(شحنۂ حق، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 325)

ان حوالوں سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ دشنام طرازی، بدگوئی اور گالم گلوچ میں ان آریہ سماجیوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ایک جانب ان کے عقائد کا ردّ حضور علیہ السلام کی طرف سے مسلسل ہو رہا تھا دوسری جانب یہ عوام الناس میں اپنی سماجی خدمت کی وجہ سے ہی مقبول ہو رہے تھے نہ کہ بے بنیاد عقائد کی وجہ سے۔

• مؤرخہ 28 فروری 1903ء کو آریہ لوگوں کو ایک وفد حضور علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے قادیان آیا اور دوران گفتگو ایک آریہ بولا:

’’جاہل تو دو ہی قومیں ہیں۔ آپ برا نہ مانیں تو میں عرض کر دوں۔ ایک تو سکھ دوسرے یہ ہمارے مسلمان بھائی۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 116)

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے پنڈت دیانند اور اس کے اتباع کو زبان درازیوں سے بہت پہلے (جب ابھی آپ براہین احمدیہ کا مقدمہ تحریر فرما رہے تھے) ہی منع کیا اور نصیحت فرمائی تھی، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

’’ہم ان کو نصیحت کرتے ہیں جو زبان درازیوں سے باز رہیں جو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 106)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جانب سے ردّ آریہ سماج میں نکلنے والا بے مثال لٹریچر

ویسے تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب آریہ سماج کے عقائد کی قلعی کھولتی ہیں، ان کی تفاصیل بیان کرتی ہیں اور ان کے بالمقابل اسلام کی روشن، پاکیزہ اور قابل عمل تعلیم پیش کرتی ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے بعض کتب صرف آریہ سماجیوں کے عقائد کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں جن میں مندرجہ ذیل بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

• پرانی تحریریں (1879ء)
• سرمہ چشم آریہ (1886ء)
• شحنۂ حق (1887ء)
• ست بچن (1895ء)
• آریہ دھرم (1895ء)
• نسیم دعوت (1903ء)
• قادیان کے آریہ اور ہم (1907ء)
• چشمہ معرفت (1907ء)

حضور علیہ السلام نے آریہ سماج کے حوالے سے وقتاً فوقتاً بیسیوں اشتہارات بھی شائع کئے۔

ان خاص کتب کے علاوہ حضور اقدس نے آریہ سماج کے عقائد کا ردّ قطعی دلائل کے ساتھ کئی ایک کتب میں کیا۔ آریہ سماج کے عقائد کا ردّ اور ان کا اسلام کے ساتھ موازنہ ہمیں آپ کے تقاریر و دروس و ملفوظات میں بھی ملتا ہے۔ الحکم، البدر اور ریویو آف ریلیجنز کے اوراق بھی حضور کے اس مقدس جہاد کی گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔

یہ اسی جہاد کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف آریہ سماج اور دوسری طرف عیسائیت کی یلغار کے مقابلہ کے لئے اسلام کو وہ فتح نصیب جرنیل عطا ہوا جس کی پیش خبری سورۃ الکوثر إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ میں عطا فرمائی گئی تھی! آریہ سماج کے برخلاف اس مقدس قلمی جہاد کا کیا نتیجہ نکلا؟ یہ ہم اپنے معاندین کی زبانوں سے بیان کریں گے کیونکہ کہا جاتا ہے،

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَآءُ

1. مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنّۃ، میں سرمہ چشم آریہ کی اشاعت کے بعد فرمایا:۔

’’یہ کتاب لاجواب مؤلّف براہین احمدیہ میرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے۔۔۔ ہم بجائے تحریر ریویو اس کتاب کے بعض مطالب بہ نقل اصل عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں وہ مطالب بحکم ’’مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید‘‘ خود شہادت دیں گے کہ کتاب کیسی ہے۔ اور ہمارے ریویو لکھنے کی حاجت نہ باقی رہنے دیں گے۔۔۔ مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اور فدا ہو رہا پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔‘‘

(اشاعۃ السنّۃ۔ جلد 9 نمبر 5، 6 صفحہ 157-158)

2. ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار، لاہور لکھتے ہیں۔

’’مرزا صاحب کی تمام تر کوشش آریہ اور عیسائیوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کی تائید میں صَرف ہوتی ہیں جیسا کہ ان کی مشہور تصنیفات ’’براہین احمدیہ‘‘، ’’سرمہ چشمہ آریہ‘‘ اور بعد کے رسائل سے واضح ہے۔ ہم اس کے سوائے اور کیا کر سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ‘‘۔

(پیسہ اخبار لاہور دو شنبہ 22 فروری 1892ء)

3. سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار ’’ریاست‘‘ نے آپ علیہ السلام کی آریوں اور مسیحیوں کو میدان جہاد میں شکست دینے کے بارہ میں لکھا:۔

’’مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سے سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ مسلمانوں میں سرسید علیہ الرحمۃ نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے... مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہیں ہوئے اس لئے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے ہوئے جو علماء بھی موجود تھے ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی۔ کفر کے فتویٰ شائع ہوئے اور بہت غلاظت اچھلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈا زور پکڑ گیا اور علی گڑھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا... اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکّے دُکّے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہوگئے۔ مگر کوئی کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔۔۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔۔۔ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے اور انہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔۔۔ غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی اور اسلام مسیحی اور آریہ مبلغین کے طعن و تشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔‘‘

(تحریک قادیان از مولانا سید حبیب مدیر ’’سیاست‘‘ صفحہ 167 تا 169)

پنڈت لیکھرام

لیکھرام کے آباء کسی زمانہ میں ضلع جہلم کے ایک گاؤں سید پور (جو

کہ آجکل جہلم کی یونین کونسل نمبر 32 اور پنڈ سید پور کہلاتا ہے) میں رہا کرتے تھے۔ لیکھرام کی پیدائش سے قبل یہ خاندان کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں منتقل ہوگیا۔ لیکھرام سن 1858ء میں پنڈت تارا سنگھ اور بھاگ بھری کے گھر میں پیدا ہوا۔ یہ خاندان ایک برہمن مہیال (مہیال برہمنوں کے اس خاندان کو کہتے ہیں جو جنگی ملازمت سے جڑے ہوں) خاندان تھا۔

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر۔ صفحہ 3 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔ 1903)

اکثر تاریخ نویس لیکھرام کی جنم بھومی سید پور بتاتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ لیکھرام کی پیدائش کی جگہ کہوٹہ والی بات کو پنڈت سربدیال شرما نے اپنی کتاب پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب لیکھرام کی ہلاکت کے قریباً 6 سال بعد لکھی گئی۔ اور پنڈت سربدیال لیکھرام کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

لیکھرام نے ابتدائی طور پر فارسی پڑھی اور مہارت حاصل کی۔ 1873ء میں لیکھرام اپنے چچا گنڈا سنگھ جو پشاور میں پولیس انسپکٹر تھے کے پاس چلا گیا۔ 1876ء میں لیکھرام محکمہ پولیس میں سارجنٹ بن گیا۔ پولیس کی نوکری کے دوران ہندو کتب گیتا کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتا۔ دوران ملازمت اس نے اندرمن اور منشی کنہیا لال عالیکھ دھری کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا۔

ایک روز رسالہ ''ودیا پرکاشک'' (براہین احمدیہ کے صفحہ 55 اور 431، 432 سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ باوانرائن سنگھ، وکیل امرتسری کا تھا) کا مطالعہ کرتے لیکھرام کو سوامی دیانند کا علم ہوا اور ان کے مشن سے آگاہی ہوئی۔ پنڈت سربدیال کے مطابق لیکھرام نے ان کو خط لکھا۔ ان کی تصنیفات منگوائیں اور اس رسالہ ودیا پرکاشک کا باقاعدہ مطالعہ شروع کیا۔ اور اپریل 1881ء کو پشاور میں آریہ سماج کی شاخ قائم کی۔ اور ایک رسالہ ''دھرم اپدیش'' نکالا۔ جو کچھ ہی عرصہ بعد قلیل آمدنی کے باعث بند کرنا پڑا۔

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر۔ صفحہ 10 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔ 1903)

1883ء میں اس کی تعیناتی پشاور سے بیرونجات میں ہوئی وہاں بھی اس نے آریہ سماج کے قیام لئے بہت کوشش کی اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ 1883ء میں ''نوید بیوگان'' لکھی۔

اس کے بعد لیکھرام کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی۔ اور کسی طرح براہین احمدیہ اس کے ہاتھ آئی جس کو اس نے پڑھا اور استہزاء انداز میں کہا

''جس طرح دور کے ڈھول سہانے ہیں اور تمام ستھرے شاہ بھی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے مرزا غلام

احمد صاحب رئیس اعظم قادیان کا خیال ہے۔ تمام جائیداد (اس جگہ یہ حضور علیہ السلام کے انعامی چیلنج کا ذکر کر رہا ہے) صرف خیالی پلاؤ اور تمام ملکیت پنٹ من کا الاؤ ہے۔''

(تکذیب براہین احمدیہ صفحہ 3)

لیکھرام نے کوئی تینتیس (33) کتب لکھیں۔ جو کہ بعد میں ''کلیات آریہ مسافر'' کے نام سے مجموعی طور پر شائع کی گئیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پنڈت دیانند جو آریہ ورت کے بانی تھے ان کی کتب اور ان کو اتنی شہرت کیوں نہ ملی اور لیکھرام کی کتب و تقاریر اور اس کی شخصیت کیوں مشہور ہوئی؟ اس کا جواب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ دیا، آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اس (دیانند) نے کتابیں ناگری زبان میں لکھیں اس لیے لوگوں کو اس کی گندہ زبانی کی خبر نہیں ہے۔ لیکھرام نے اردو میں لکھیں اس کی خبر سب کو ہوئی۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 158)

حضرت مسیح موعودؑ اور لیکھرام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکھرام سے پہلے پہل تعارف کچھ ایسے ہوا کہ یہ حضور علیہ السلام کو گالیوں سے بھرے خط لکھا کرتا تھا۔ اس نے تکذیب براہین احمدیہ لکھنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سخت مخالفت اور اسلام اور قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں شروع کر دی تھیں۔ اس سے متعلق حضور علیہ السلام نے آریہ سماج کے ذمہ داروں کو بھی مطلع فرمایا، آپ کی کتاب شحنہ حق میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''لیکھرام پشاوری نے جس قدر گندے اور بدبو سے بھرے ہوئے ہماری طرف خط لکھے وہ سب ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور گمنام خطوط جو جان سے مار دینے کے بارے میں کسی پرجوش آریہ کی طرف سے پہنچے گو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس آریہ کی طرف سے ہیں مگر یہ ہم جانتے ہیں کہ شورہ پشتوں کے گروہ میں سے کوئی ایک ہے۔ ایسا ہی جن اشتہاروں کو یہ لوگ وقتاً فوقتاً جاری کرتے ہیں ان کے پڑھنے سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے۔ گمنام خط جس قدر آریوں کی طرف سے آتے ہیں وہ اکثر بیرنگ ہوتے ہیں اور علاوہ ایک آنہ محصول ضائع کرنے کے جب اندر سے کھولا جاتا ہے تو نری گالیاں اور نہایت گندی باتیں ہوتی ہیں ایسے خط معلوم ہوتا ہے کہ کسی لڑکے کے بدخط سے لکھائے جاتے ہیں عبارت وہی معمولی ان گندہ زبان آریوں کی ہوتی ہے اور خط بچوں کا سا۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے ان کا کیا گناہ کیا ہے راستی کو تہذیب اور نرمی سے بیان کرنا ہمارا شیوہ ہے ہاں چونکہ یہ لوگ کسی طور سے ناراستی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے سچ کہنے والے کے جانی دشمن ہوجاتے ہیں سو چونکہ ہمارے نزدیک کلمہ حق سے خاموش رہنے اور جو کچھ خدائے تعالیٰ نے صاف اور روشن علم دیا ہے وہ خلق اللہ کو نہ پہنچانا سب گناہوں سے بدتر گناہ ہے اس لئے ہم ان کی قتل کی دھمکیوں سے تو نہیں ڈرتے اور نہ بجز ارادہ الٰہی قتل کر دینا ان کے اختیار میں ہے لیکن ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی ظالم آریہ کے اقدام قتل سے ہمارے ہموطن اور ہم شہر آریہ پولیس کی کشاکشی میں پھنس جائیں۔ اس لئے اوّل تو انہیں ہم یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اس سرحدی شخص سے جس کا نام لیکھرام یا لیکھ راج ہے پرہیز رکھیں۔''

(شحنہ حق، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 325-326)

آپ نے لیکھرام کی زبان درازی کے بارہ میں ایک بار فرمایا:۔

''لیکھرام بڑا ہی زبان دراز تھا اور اس کے بعد ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا کیونکہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ۔ اب اللہ تعالیٰ زمین کو ایسے لوگوں سے پاک رکھے گا۔''

(ملفوظات جلد 3، صفحہ 481)

جب حضور علیہ السلام نے سرمہ چشم آریہ تحریر فرمائی تو اس وقت بھی آپ نے لیکھرام کو دعوت حق کی اور پاک باطنی سے اسلام کو دیکھنے کی ترغیب دلائی، مگر اس کے خبث باطن نے اس کی کوئی مدد نہ کی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

''ان صاحبوں (لیکھرام بالخصوص اور دوسرے اسی قبیل کے لوگ) کو بجز دشنام دہی اور بدزبانی اور آلائش کی باتوں کے جو ان کے اندر بھری ہوئی ہیں اور کوئی حرف صلاحیت ومعقولیت یاد نہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 238)

''تکذیب براہین احمدیہ'' کی تصنیف اور اشاعت

پنڈت سربدیال اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

''جب پنڈت لیکھرام جی جموں میں تشریف لے گئے تو پنڈت نراین کول کے پاس جا ڈیرہ کیا۔ پنڈت نراین کول صاحب ایک اعلیٰ کشمیری پنڈت خاندان ہونے کی وجہ سے حسب رواج ملک کشمیر فارسی اور عربی میں اعلیٰ لیاقت رکھتے تھے۔ گفتگو کرتے کرتے جب پنڈت لیکھرام کو معلوم ہوا کہ پنڈت نراین کشن صاحب فارسی میں عالم فاضل ہیں تو مناسب سمجھا کہ براھن احمدیہ (یہ نام ایسے ہی اصل کتاب میں لکھا ہوا ہے) کا جواب تیار کرنے میں ان سے مدد لی جاوے۔ چنانچہ جب پنڈت لیکھرام نے پنڈت نراین کول سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو انہوں نے اس کو بسر چشم منظور کیا۔ پنڈت نراین کول کے رشتہ داروں سے معلوم ہوا کہ پنڈت لیکھرام جی نے اسکے پاس کئی دفعہ چند روز ٹھہر کر اس تکذیب کا مصالح جمع کرنے میں بھاری امداد لی۔ اس کے بعد جن کل کتاب تکذیب براہین احمدیہ تیار ہوگئی تو اوّل مرتبہ پنڈت لیکھرام یکم اکتوبر 1884ء کو روبروئے ایک جماعت کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں اس کو سنایا۔ باعث اس کا یہ تھا کہ (شائد کتاب دیر سے طبع ہو)۔''

(پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جیون چرتر۔ صفحہ 12، 13 مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔ 1903)

علامہ ایچ ایم طارق

اسلامی قانون میں قذف، زنا بالرضا یا زنا بالجبر کے ثبوت کا طریق اور اس کی سزا

قسط 1

اسلامی سزاؤں کا فلسفہ

جرم وسزا کے اسلامی قوانین کے بارہ میں پہلا سوال ان کی حکمت و فلسفہ کے متعلق پیدا ہوتا ہے۔ اس بارہ میں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی لائق عبرت سزاؤں کا اصل مقصد معاشرہ کا امن اور اصلاح ہے۔ تاہم ان سزاؤں کے نفاذ میں سختی کی بجائے نرمی کی نصیحت کی گئی ہے۔ مگر اسلامی نظریہ کے مطابق اصل محاسبہ قیامت اور جزا سزا کے وقت ہوگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو حتی الوسع سزاؤں سے بچاؤ اگر مجرم کے لیے بچنے کا کوئی راستہ نکلتا ہو تو اس کے لیے راہ خالی چھوڑ دو کیونکہ امام کا معافی میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کا مرتکب ہو۔

(ترمذی ابواب الحدود بَابُ مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الحُدُودِ)

اسلامی حدود اور ان کی شرائط

اسلام میں محض گناہِ زنا کی سزا سو کوڑے نہیں بلکہ یہ اس اعلانیہ بدکاری کی سزا ہے جسے کئی لوگوں نے دیکھا ہو۔ لیکن اگر زنا کا جرم ایسا پوشیدہ ہو کہ نہ تو خود ملزم اس کا اعتراف کرے اور نہ ہی اس واقعہ کے چار عادل معتبر چشم دید گواہ موجود ہوں تو اسلامی قانون کے مطابق اس کی کوئی سزا نہیں۔ ایسے شخص کا محاسبہ خدا کے سپرد ہے۔ البتہ چار گواہوں کے ذریعہ یہ جرم ثابت ہونے پر یہ سزا نافذ ہوگی۔ جسے فقہی اصطلاح میں ''حد'' کہتے ہیں۔ حدود چونکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ ہیں جن میں زنا کی سزا سو کوڑے، قذف (جھوٹا الزام لگانے) کی سزا اسّی کوڑے اور چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس لیے ان سزاؤں میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ البتہ جرم زنا جبر اور زیادہ بھیانک شکل اختیار کر جائے یعنی زناکاری کے ساتھ اس کی تشہیر اور اشاعت فحشاء کا جرم بھی اس میں شامل ہو جائے یا زنا بالجبر ہو تو اس کی سزا بطور تعزیر سنگساری یا موت بھی ہوسکتی ہے۔ (الاحزاب: 61-62)

جس کا اختیار ریاست کو ہے کہ وہ حسب حالات جرم کی نوعیت کے مطابق عوام کے جان و مال کی حفاظت اور قیام امن کے لیے ایسے مجرموں کو ہاتھ پاؤں کاٹنے، جلاوطنی اور موت تک کی سزائیں دے سکتی ہے۔ (المائدہ: 34) تاکہ قومی زندگی کے لئے ایسے تباہ کن اور مہلک جرائم کا استیصال ہو۔ چنانچہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کو بھی قرآن شریف میں ''نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ'' کہہ کر باعث عبرت قرار دیا (المائدہ: 39) اور بدکاری کی سزا سو کوڑے بھی سبق سکھانے کی خاطر ہے۔ اس لیے فرمایا: ایسے مجرموں کی سزا مومنوں کے ایک گروہ کی موجودگی میں دی جائے۔ (النور: 3) تاکہ زنا کا مجرم نشان عبرت بن جائے۔

اشاعت فحشاء سے بچنے کی خاطر ستر پوشی کی تعلیم

اشاعت فحشاء ایک ایسا قومی جرم ہے جس کی سزا موت تک بیان ہوئی ہے۔ جبکہ اسلام ستر پوشی کی تعلیم دیتا ہے، رسول کریم ﷺ نے ایک طرف مسلمانوں کو معاشرہ میں اخوت و محبت کا ماحول پیدا کرنے کی خاطر غیبت اور بدظنی سے بچنے کا حکم دیا تو دوسری طرف ستر پوشی کی بھی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی کرے گا۔

(بخاری کتاب المظالم والغصب بَابٌ: لَا يَظْلِمُ المُسْلِمُ المُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ)

حتی کہ جن معاشرتی گناہوں کی سنگین سزائیں حدود کی صورت میں مقرر ہیں اشاعت فاحشہ سے بچنے، برائی کی سنگینی اور نیکی کا رعب قائم رکھنے کی خاطر ان کی تشہیر سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

حدود یعنی سزاؤں والے جرم خود ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو۔ جب شکایت مجھ تک پہنچ جائے تو پھر سزا کا قانون (حسبِ شرائط) لاگو ہوگا۔

(سنن نسائی کتاب قطع السارق باب مَا يَكُونُ حِرْزًا وَمَا لَا يَكُونُ)

اس بارہ میں سنت رسولؐ وصحابہ میں امت کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے:

1۔ ماعز اسلمی زنا کا مرتکب ہوا تو رسول کریم ﷺ نے ان کے مالک حضرت ہزالؓ کو جنہوں نے انہیں اعتراف جرم پر آمادہ کیا، فرمایا کہ ''اگر تم اس معاملہ کی پردہ پوشی کرتے تو تمہارے لیے بہتر تھا۔''

(سنن ابو داؤد کتاب الحدود بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى أَهْلِ الحُدُودِ)

2۔ اسلم قبیلہ کے ایک شخص کے اعتراف زنا اور توبہ پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے پردے میں چھپے رہنے کی تلقین فرمائی۔

(مؤطا امام مالک کتاب الحدود باب الإِقْرَارِ بِالزِّنَا)

3۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراف گناہ کر کے اپنے اوپر حد جاری کرنے کی درخواست کی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اللہ نے تمہارے گناہ اور حد معاف فرمادی۔

(مسلم کتاب التوبۃ بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ)

ترمذی اور نسائی کی روایت میں وضاحت ہے کہ اس نے عورت سے محض مخالطت اور ملامست کا ارتکاب کیا تھا نہ کہ مباشرت۔ حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری ستر پوشی فرمائی تھی۔ کاش تم بھی اپنی پردہ پوشی کرتے۔

(ابوداؤد کتاب الحدود بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ دُونَ الجِمَاعِ، فَيَتُوبُ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَهُ الإِمَامُ)

الغرض انسان کے اپنی ذات کے متعلق کسی گناہ کے اقرار و اظہار کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اپنی نسبت الزام کا اظہار و اعلان باعث ننگ و عار قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنی طرف اس الزام کی نسبت دینا کہنے والے کے تقویٰ اور اس کی نیکی کا ثبوت ہوتا ہے حالانکہ اپنی نسبت الزام لگانا تو الزام لگانے والے کی وقاحت اور بے شرمی پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اس کے تقویٰ اور پاکیزگی پر۔ کیا یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے اپنی ذات کے متعلق الزام نہیں لگایا تھا۔ پھر کیا اس سے زلیخا کے تقویٰ کا ثبوت ملتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 264)

تاہم اسلامی سزاؤں کے اصول وقوانین میں ضابطہ کی ایسی پابندی موجود ہے کہ جب تک ایسے جرائم پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے، مجرم سزا کا مستوجب نہیں ہوسکتا۔

بلا ثبوت جھوٹا الزام لگانے کی سزا

قرآن شریف میں جھوٹے اخلاقی الزام لگانے والوں کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

(النور: 5)

یعنی ایسے لوگ جو محصنات یعنی شادی شدہ اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگاتے ہیں پھر چار معتبر گواہ پیش نہیں کرتے ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہی لوگ نافرمان ہیں سوائے ان کے جو اس کے بعد توبہ کر کے اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(النور: 6)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس آیت کے تفسیری ترجمہ میں ''محصنات'' کے معنے صرف شادی شدہ کی بجائے تمام پاک دامن عورتوں کے کئے کیونکہ ''محصن'' کے اصل معنی قلعہ بند ہونے کے ہی ہیں۔ آپؑ نے تحریر فرمایا:

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور اس تہمت کے ثابت کرنے کے لیے چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسّی دُرّے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ آپ ہی بدکار ہیں۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 318)

حضرت مصلح موعودؓ نے ''محصنات'' سے صرف پاک دامن عورتیں ہی نہیں، تمام ایسے مرد بھی مراد لیے ہیں جو پاک دامن ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

''فقہاء نے بحث کی ہے کہ گو یہاں محصنات کا لفظ استعمال کیا گیا ہے محصنین کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا مگر اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جبکہ مردوں کے ذکر میں عورتیں شامل سمجھی جاتی ہیں تو عورتوں کے ذکر میں مرد کیوں نہ شامل سمجھے جائیں گے۔ پس وہ اس آیت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سمجھتے ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 261-262)

چنانچہ رسول کریم ﷺ نے واقعہ افک میں الزام لگانے والے مردوں (حسان بن ثابتؓ اور مسطح بن اثاثہؓ)، عبداللہ بن ابی سلول اور خاتون (حمنہ بنت جحشؓ) سب کو اسّی کوڑوں کی سزا دے کر اس قانون پر عمل فرمایا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ بہتان تراشی کی سنگینی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الزام لگانے والے کے لیے خدا تعالیٰ نے اسّی کوڑے سزا رکھی ہے جو زنا کی سزا کے قریب قریب ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 262)

یکطرفہ اعتراف کے باوجود ثبوت نہ ملنے پر دوہری سزا

جب کوئی مجرم اپنی بدکاری کا اعتراف کرتے ہوئے کسی دوسرے کو بلا ثبوت اس میں ملوّث کرے تو وہ دوہری سزا یعنی حد زنا اور حد قذف کا سزاوار ہوگا۔ چنانچہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس چار مرتبہ اقرار کیا کہ وہ ایک عورت سے بدکاری کا مرتکب ہوا ہے۔ رسول کریم ﷺ

نے اس شخص کو سو کوڑے کی سزا دی۔ پھر آپؐ نے اس سے عورت کے خلاف ثبوت طلب کیا۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے جھوٹ بولا ہے۔ حضور ﷺ نے اس عورت کو کوئی سزا نہیں دی البتہ اعتراف گناہ کرنے والے کو اپنا الزام ثابت نہ کرسکنے پر حد قذف کے طور پر مزید اسّی کوڑے سزا دی گئی۔

(ابو داؤد کتاب الحدود بَابٌ إِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ بِالزِّنَا، وَلَمْ تُقِرَّ الْمَرْأَةُ)

زنا کے ثبوت کے لیے معیار شہادت

اسلامی قانون کے مطابق کسی معاملہ کے ثبوت کے لیے دو معتبر گواہ مقرر ہیں لیکن زنا کے ثبوت کے لیے چار سچے عادل غیر متنازعہ اور معتبر گواہ ضروری ہیں۔ معیار شہادت میں اس سختی کی وجہ دراصل معاشرہ میں برائی کی شناعت اور نیکی کا رعب قائم رکھنا ہے اور یہ پیغام دینا ہے کہ جب تک برائی فرد کی حد تک محدود ہے اور اجتماعی امن کو خراب نہیں کرتی تب تک معاشرتی قانون حرکت میں نہیں آئے گا۔ اگر کوئی ایک گواہی بھی مشتبہ ہو تو زنا کی سزا سو کوڑے جاری نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ کی ایک مثال سے اسے یوں واضح فرمایا ہے:

"حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر جو بصرہ کے گورنر تھے بدکاری کا الزام لگایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے گواہی لی تو ایک شخص نے گواہی میں خفیف سی کمزوری دکھائی اور کہا کہ میں نے زنا ایسی صورت میں نہیں دیکھا کہ مرد کا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ کے اندر داخل ہو۔ اس پر دوسرے تینوں گواہوں کو قذف کی حد لگائی گئی۔ (طبری جلد 5 صفحہ 529 تا 533) اور کسی نے نہ کہا کہ تین گواہ تو موجود ہیں۔ چوتھے نے صرف کسی قدر کمزور شہادت دی ہے۔ اس لیے کم از کم الزام لگانے والوں کو کوڑے ہی نہ لگائیں اور ملزم کو قسم دے کر پوچھ لیں کہ یہ بات سچ ہے یا نہیں۔ مگر اس کو قسم تک نہ دی گئی اور الزام لگانے والوں کو کوڑوں کی سزا کے علاوہ شہادت سے بھی محروم کر دیا گیا اور حضرت عمرؓ نے اعلان فرمایا کہ ان لوگوں کی شہادت آئندہ کسی معاملہ میں قبول نہیں کی جائے گی۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 265-266)

اعترافِ زنا کی صورت میں باریک بینی سے جانچ پڑتال اور تحقیق کا مسنون طریق

رسول کریم ﷺ تو اعتراف زنا کے جرم کے باوجود حد سے بچانے کے لیے باریک بینی سے گہری تحقیق فرماتے تھے۔ جس سے استنباط کرتے ہوئے دعویٰ زنا بالجبر کی تحقیق بھی اس طرز پر کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں ماعز بن مالک کا واقعہ ایک مثال ہے جس نے زنا کا اعتراف کیا تو ابتداءً رسول کریم ﷺ تین مرتبہ اس سے اعراض فرماتے رہے۔ پھر چوتھی مرتبہ اقرار کے بعد آپ نے پہلے تو اس سے پوچھا کیا تمہیں جنون کی بیماری تو نہیں یعنی کوئی نفسیاتی مسئلہ وغیرہ تو نہیں۔

(مسند احمد جزء 22 صفحہ 353)

مقصود یہ تھا کہ بیان بقائمی ہوش و حواس ہے یا نہیں۔ اس کے واضح انکار کے باوجود رسول کریم ﷺ نے مزید تسلی کے لیے اس کے قبیلہ و قوم سے پتہ کروایا کہ اس کی ذہنی حالت کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے علم کے مطابق عقل کے لحاظ سے یہ ہمارے ٹھیک لوگوں میں ہی شمار ہوتا ہے۔

(مسلم کتاب الحدود بَابُ مَنِ اعْتَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَى)

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے سوال کیا کہ تم شادی شدہ ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اعتراف زنا کی مزید تفتیش کرتے ہوئے آپؐ نے پوچھا کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نے صرف بوسہ لیا ہو؟ یا محض عورت کو چھوا ہو یا اس کے (جسم کو) دیکھا ہو۔ یعنی کہیں ان مبادیات زنا کو تم زنا تو نہیں سمجھ رہے۔ جب اس نے بغیر کسی کنایہ و اشارہ کے واضح الفاظ میں مباشرت کا اعتراف کیا تب آپؐ نے اسے سزا دی۔

(ابو داؤد کتاب الحدود بَابُ رَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ)

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے اس سے یہ بھی پوچھا کہ تم نے شراب تو نہیں پی یعنی نشہ کی حالت میں تو یہ بیان نہیں دے رہے۔ اس کے انکار پر ایک شخص نے قریب ہو کر اس کے منہ کی بُو سونگھی تو کوئی بُو نہ تھی۔

(مسلم کتاب الحدود بَابُ مَنِ اعْتَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَى)

پھر حضورؐ نے اس سے واضح الفاظ میں زنا کی بابت پوچھا کہ کیا تم نے اس (عورت) میں دخول کیا تھا؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔

تو آپؐ نے پوچھا کیا اس طرح دخول ہوا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی اور ڈول کنوئیں میں ڈالتے ہیں؟ اس نے پھر اثبات میں جواب دیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں اس عورت کے پاس اس کی حرام اور ممنوع جگہ سے آیا اور وہ کام کیا جو ایک آدمی اپنی بیوی سے جائز طور پر کرتا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارا اس اعتراف جرم سے کیا مقصد ہے؟ اس نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کریں چنانچہ وہ آپؐ کے حکم سے رجم کیا گیا۔

(ابوداؤد کتاب الحدود بَابُ رَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ)

ماعزؓ کا یہ واقعہ کسی زنا بالجبر کے دعویٰ کی تحقیق و تفتیش کے لیے بہت کافی رہنما ثابت ہوسکتا ہے۔

میاں یا بیوی کے ایک دوسرے پر الزام زنا کے متعلق اصولی قانون اور اس پر عملدرآمد

جب کوئی مرد اپنی بیوی کو خود بدکاری کرتے دیکھ لے مگر اس کے پاس اپنے علاوہ کوئی اور گواہ نہ ہوں۔ تو قرآنی حکم کے مطابق چار گواہوں کی بجائے وہ خود چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے گا کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت۔ بیوی اگر شوہر کی اس شہادت کا انکار کرے تو زنا کی سزا سے بچنے کے لیے اس پر لازم ہے کہ وہ بھی چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا شوہر اس پر الزام لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس عورت پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

(النور: 7 تا 10)

اگر کوئی خیال کرے کہ اس طرح تو ملزم قسمیں کھا کر دنیوی سزا سے بچ جاتے ہیں تو ایسا ناقص قانون کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں یہ یاد رہے کہ جھوٹی قسم پر اصرار کرنے والے قہرالٰہی سے بہرحال نہیں بچ سکتے۔ چنانچہ جب رسول کریم ﷺ کے پاس ایک مسلمان اشعث بن قیس کسی یہودی سے تنازعہ لے کر آئے اور وہ رسول کریم ﷺ کے سامنے کوئی ثبوت پیش نہ کرسکے تو آپؐ نے یہودی سے حلف کا مطالبہ کیا۔ اشعث نے کہا یہ تو محض قسم کھا کر میرا مال ہڑپ کر جائے گا۔ رسول کریم ﷺ نے وہ قرآنی آیت پڑھی جس کے مطابق جو لوگ قسم کو اہمیت نہیں دیتے، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ روز قیامت ان سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(آل عمران: 78)

(ابوداؤد کتاب الایمان والنذور بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ يَمِينًا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لِأَحَدٍ)

مؤکد بہ لعنت قسم سے ملزم کا بری ہونا ایسا مسلّم قانون ہے جس کے بعد ملزم کے خلاف واضح قرائن زنا مل جانے پر بھی رسول کریم ﷺ نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ درج ذیل واقعات اس کا ثبوت ہیں:

1۔ عویمر عجلانیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک اور مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر دے اور پھر خود قصاص میں مارا جائے یا وہ کیا کرے؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے بارہ میں وحی نازل ہوئی ہے پس جاکر اپنی بیوی کو لے آؤ چنانچہ ان دونوں نے مسجد میں ایک دوسرے پر لعنت ڈالی جس کے بعد عویمر نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! اب اگر میں اس بیوی کو اپنے پاس رکھتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے تین طلاق دے کر ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھنا اگر اس (عورت) کے ہاں سانولے رنگ کا، سیاہ آنکھوں والا، بڑی سرین والا، موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے اس کے بارہ میں سچ ہی کہا اور اگر وہ عورت ایسا بچہ جنے جو گہرے سرخ رنگ کا ہو جیسے چھوٹا گرگٹ ہوتا ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ عویمرؓ نے اس بارہ میں جھوٹ کہا ہے۔ پھر اس عورت کے ہاں ویسا ہی بچہ پیدا ہوا جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اور جس سے عویمرؓ کی سچائی ثابت ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا تھا۔

(بخاری کتاب تفسیر القرآن بَابُ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ، مسلم کتاب الطلاق بَابُ انْقِضَاءِ عِدَّةِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا، وَغَيْرِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ لعان کے چند ماہ بعد جب ثابت شدہ قرائن سے پتہ چل گیا کہ عویمر کی بیوی نے جھوٹی قسم کھائی تھی پھر بھی رسول کریم ﷺ نے اسے اور کوئی سزا نہیں دی 2۔ حضرت ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دوسرے پر لعنت ڈالنے والے مرد اور عورت کو فرمایا کہ اب تمہارا حساب اللہ کے ذمہ ہے تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور مرد کو فرمایا کہ تمہیں اب اس عورت پر کوئی اختیار نہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا مال جو اس کے پاس ہے، اس کا کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں تمہارا مال نہیں ملے گا اگر تو تمہارا الزام سچا ہے تو وہ مال اس کے عوض ہوگیا جو پہلے تم اس سے تعلق قائم کرچکے ہو اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر تیرا اس سے کچھ مال لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

(بخاری کتاب الطلاق بَابُ قَوْلِ الإِمَامِ لِلْمُتَلاَعِنَيْنِ: إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ)

2۔ اسی طرح ہلالؓ بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ (بدکاری کا) الزام لگایا۔ رسول کریم ﷺ نے ان سے ثبوت طلب فرمایا ورنہ الزام لگانے کی حد یعنی اسّی کوڑے کی سزا ہوگی۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس وقت ثبوت تلاش کرنے جائے۔ رسول کریم ﷺ بدستور فرماتے رہے ثبوت دو ورنہ تم پر حد قذف جاری ہوگی۔ تب ہلالؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں یقیناً سچا ہوں اور لازماً اللہ تعالیٰ ایسی وحی اتارے گا جو مجھے اس سزا سے بری الذمہ کرے گی پھر جبرائیلؑ اترے اور آپ ﷺ پر سورۃ نور کی آیات 7 تا 10 (بابت لعان) نازل ہوئیں۔

چنانچہ ہلالؓ نے اس آیت کے مطابق (چار مرتبہ) گواہی دی کہ وہ سچے ہیں اور نبی کریم ﷺ فرماتے رہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے پس کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرتا ہے پھر اس عورت نے کھڑے ہو کر خاوند کے خلاف گواہی دی۔ جب وہ پانچویں دفعہ خاوند کے خلاف جھوٹا ہونے اور اس کے سچا ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کی بددعا کرنے لگی تو لوگوں نے اسے روک لیا اور کہا کہ یہ پانچویں قسم (غضب الٰہی کو) واجب کرنیوالی ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے

ہیں کہ تب وہ عورت لڑکھڑائی اور پیچھے ہٹی یہاںتک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ اپنے موقف سے رجوع کرلے گی پھر اس نے یہ کہہ کر کہ میں اپنی قوم کو ہمیشہ کے لیے رسوا نہیں کروں گی، پانچویں قسم بھی کھالی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دیکھنا اگر اس کے ہاں سرگیں آنکھوں والا پُر گوشت بھرے سرین والا اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔ پھر ایسا ہی بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو نازل ہوچکا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں اس عورت سے نبٹ لیتا۔ (یعنی آپؐ نے لعان کے بعد اس کا جرم ثابت ہوجانے کے بعد کوئی سزا نہ دی۔)

(بخاری کتاب تفسیرالقرآن بَابُ وَيَدْرَأُ عَنْهَا العَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الكَاذِبِينَ)

قرآنی آیت سے دیگر بلاثبوت الزامات کے لیے اصولی رہنمائی

اس آیت میں شوہر کے اپنی بیوی پر الزام لگانے کی صورت میں جو اصول بیان ہوا ہے اسے اصطلاح میں ’’لعان‘‘ کہتے ہیں۔ اگر بیوی شوہر پر ایسا الزام لگائے تو اس کا مداوا بھی اسی طریق لعان سے ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مردوں یا عورتوں کے ایک دوسرے پر دیگر بلاثبوت سنگین الزامات کا حل بھی اسی آیت سے استنباط کیا ہے۔ چنانچہ مقدمہ کرم دین جہلمی کے دوران حضورؑ نے اسے لعنت سے مؤکد قسم کھانے کی دعوت دیتے ہوئے اپنے لیے بھی حلف کا یہ مضمون منظور کیا کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو جبکہ کرم دین نے ایسی قسم کھانے کو شرعاً ناپسند کیا، اس پر حضورؑ نے بلاثبوت پیچیدہ معاملات میں ملزَم فریق سے مؤکد بہ لعنت قسم لینے کے اصول کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

’’شریعت اسلام میں جب کسی اور ثبوت کا دروازہ بند ہو یا پیچیدہ ہو تو قسم پر مدار رکھا جاتا ہے۔۔۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے: أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ۔ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (النور: 7-8) یعنی شخص ملزم چار قسمیں خدا کی کھائے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں قسم میں یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 511-512)

اسی طرح دوسری جگہ بھی حضورؑ نے اسی اصول لعان کو ایسے مردوں عورتوں کے لیے بھی تسلیم فرمایا ہے جن پر مجرم ہونے کا شبہ ہو اور ان پر کوئی گواہ نہ ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’اسلام میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا ایک بد دُعا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص کاذب ہے وہ خدا کی رحمت سے نومید ہو اور اُس کے قہر کے نیچے آجائے۔ اِسی لئے قرآن شریف میں ایسے مَردوں یا ایسی عورتوں کے لئے جن پر مجرم ہونے کا شبہ ہو اور اُن پر اَور کوئی گواہ نہ ہو جس کی گواہی سے سزا دی جائے۔ ایسی قسم رکھی ہے جو مؤکّد بہ لعنت ہوتا اِس کا نتیجہ وہ ہو جو گواہ کے بیان کا نتیجہ ہوتا ہے یعنی سزا اور قہر الٰہی۔ منہ‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 75 طبع اول)

پس حضرت مسیح موعودؑ کے استنباط کے مطابق اس آیت کی روشنی میں کسی بھی قسم کے الزام خواہ وہ عام زنا کا ہو یا زنا بالجبر کا، گواہ نہ ہونے کی صورت میں ملزَم شخص مؤکد بہ لعنت حلفیہ بیان دے کر اس جرم سے دنیوی قانون میں بری ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم سے عورت کے دعویٰ زنا بالجبر کے متعلق رہنمائی

زنا بالجبر کا معاملہ انتہائی نازک ہوتا ہے خصوصاً ایسی صورتحال میں جب گواہ بھی میسر نہ ہوں تو بہت مشکل پیش آتی ہے اور طبعاً صنف نازک کے لیے معاشرہ میں ’’مظلومیت‘‘ اور ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن شریف میں ایک عورت کی طرف سے حضرت یوسفؑ پر زنا بالجبر کے الزام اور اس کے فیصلہ کی نظیر سورۃ یوسف میں موجود ہے اس سورۃ کے آغاز میں اسے ’’حقائق پر مشتمل بہترین بیان‘‘ قرار دیا۔ (یوسف:4) تو آخر سورۃ میں فرمایا کہ انبیاء کے واقعات کے بیان میں عقل مندوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔ (یوسف :112) اس تناظر میں اس نظیر سے بہترین رہنمائی اخذ کی جاسکتی ہے۔

واقعہ کے مطابق عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے اپنے کنعانی غلام حضرت یوسفؑ کو بد ارادے سے اپنے گھر کے دروازے بند کرکے اپنی طرف بلایا جبکہ حضرت یوسفؑ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس سے بچنے کی خاطر دروازے کی طرف بھاگے تو وہ عورت بھی پیچھے بھاگی۔ اس کشمکش میں حضرت یوسفؑ کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ اتفاق سے عین موقع پر عزیز مصر بھی پہنچ گیا تو اس کی عورت نے الٹا حضرت یوسفؑ پر یہ الزام لگادیا کہ ایسے شخص کی سزا قید کے سوا کیا ہوسکتی ہے جو آپ کی بیوی سے بدی کا ارادہ کرے۔ حضرت یوسفؑ نے اس الزام سے انکار کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ دراصل اس عورت نے ہی میری مرضی کے خلاف بدی کرنا چاہی۔ اس پر افراد خانہ میں سے ایک گواہی دینے والے نے صاحب خانہ اور مالکہ کے رعب کے باوجود یہ گواہی دے دی اور اپنے بیان میں یہ کہا کہ اگر تو حضرت یوسفؑ کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹے اور عورت سچی ہے اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور حضرت یوسفؑ سچے ہیں۔ جب عزیز مصر نے کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو یہ فیصلہ سنایا کہ یہ عورتوں کی چالبازی ہے اور عورتوں کی چالبازی بہت بڑی ہوتی ہے۔

(یوسف:23 تا 29)

چار استنباط

قرآن کریم کے اس پُرحکمت بیان سے درج ذیل امور کا استنباط ہوتا ہے:

1. اس واقعہ سے قرائن کی شہادت کے جواز کا پتہ چلتا ہے کہ حسب ضرورت قرائن سے بھی شہادت اخذ کی جاسکتی ہے یا اگر اکیلی گواہی میں نقص ہو تو گواہی کی تقویت کے لیے قرائن قویہ سے مزید مدد لی جاسکتی ہے جیسا کہ اس واقعہ کے صرف ایک گواہ نے گھر کی مالکہ کے رعب سے گول مول گواہی دی مگر ساتھ ہی کرتہ کے پیچھے سے پھٹا ہونے کے مضبوط قرینہ کا بھی ذکر کردیا (جو دوسرے گواہ کا متبادل ٹھہرا)۔ یوں مبہم گواہی کے ساتھ قرینہ قویّہ نے ایک فرد کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر تقویت دے دی۔

2. اس واقعہ میں زنا بالجبر کی شکایت کرنے والی مدعیہ کا وقوعہ کے فوری بعد شکایت کی صورت میں فیصلہ نسبتاً آسان ہوگیا۔ جبکہ تاخیر کے نتیجہ میں شواہد و قرائن ضائع ہوجانے سے دونوں فریق کی حق تلفی یا نقصان کا احتمال ہوسکتا ہے جیسے اس واقعہ میں پیچھے سے تازہ پھٹا ہوا کرتہ حضرت یوسفؑ کو الزام سے بری کرنے میں بطور قرینہ قویّہ ممد ثابت ہوا۔

3. تیسری بات اس واقعہ سے یہ مستنبط ہوتی ہے کہ عورت باوجود کمزور اور مظلوم لائق ہمدردی طبقہ سمجھے جانے کے بعض دفعہ نفسانی خواہش سے چالبازی اور مکاری سے ظالم ہوکر جھوٹا الزام بھی لگا سکتی ہے۔

(یوسف:29-30)

4. عزیز مصر نے اپنے فیصلہ میں عورت کو ظالم اور خطا کار قرار دے کر اپنے گناہ کی معافی مانگنے کی نصیحت کی اور حضرت یوسفؑ کو بری قرار دے کر اس واقعہ کو بھول کر اعراض کرنے کا مشورہ دیا (یوسف:30) تا کہ اس کی عورت کی عزت محفوظ رہے۔ مگر بعد میں عزیز مصر نے بیوی کے غلط اصرار اور ارادۂ گناہ کے عزم صمیم کے آثار دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو کچھ عرصہ کے لیے قید کردینے کا فیصلہ کیا۔ تو اس سے آزادی حضرت یوسفؑ نے اس وقت تک گوارا نہ کی جب تک زنا کی تہمت سے میری بریّت نہ ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’یوسفؑ جو ایک نبی تھا اس پر ایک جھوٹا الزام اقدام زنا لگا کر اس کو قید کیا گیا اور پھر مدت کے بعد معافی دی گئی تو اس نے اس معافی کو قبول نہ کیا۔ حالانکہ نائب السلطنت کا عہدہ بھی ملتا تھا بلکہ صاف کہا کہ جب تک زنا کی تہمت ہے میری بریّت نہ ہو میں زنداں سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات صفحہ 509)

سنت رسولؐ سے زنا بالجبر کے بارہ میں رہنمائی

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں زنا بالجبر کا صرف ایک واقعہ ملتا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی ایک عورت رات کے وقت نماز پڑھنے آرہی تھی کہ راستہ میں ایک شخص نے اسے زبردستی دبوچ لیا اور اس پر اپنی چادر ڈال کر بدکاری کی۔ اس عورت کے چلانے پر لوگ آگئے اور اس عورت نے جس راہگیر کی طرف اشارہ کیا کہ اس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ انہوں نے اسے پکڑلیا۔ اور رسول کریم ﷺ کے پاس لے آئے جن آپؐ نے اس کے رجم کا حکم دیا یا دینے لگے تو وہ شخص جس نے اس سے زیادتی کی تھی، کھڑا ہوا اور اعتراف جرم کرلیا۔ رسول کریم ﷺ نے اس عورت سے کہا کہ اللہ نے تمہیں بخش دیا اور دوسرے شخص کو کہا کہ تم نے اچھی بات کہی اور مجرم کے رجم کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ پر تقسیم کی جائے تو وہ ان سب کی طرف سے قبول ہوجائے۔

(ترمذی ابواب الحدود باب فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا وابوداؤد)

فنّی لحاظ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ خود امام ترمذی نے اس حدیث کے بارہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ غریب روایت ہے اور اس کی سند متصل نہیں۔

(ترمذی ابواب الحدود باب فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا)

درایتاً بھی اس روایت میں کمزوری پائی جاتی ہے جیسا کہ راوی کے مطابق عورت نے جس شخص پر الزام لگایا آنحضور ﷺ نے تحقیق مزید کے بغیر اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے سابقہ دستور اور ارشادات کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ یہ صرف اس صورت میں ممکن تھا جب وہ شخص خود اعتراف کرتا یا عورت کوئی بیّنہ پیش کرتی۔ مگر ماخوذ غیر مجرم شخص کے انکار کے باوجود نبی کریم ﷺ کبھی اس کے رجم کا فیصلہ نہیں فرماسکتے تھے اور نہ ہی آپؐ نے ایسا کیا۔ اس لیے لازماً آپ نے تحقیق کے لیے توقف فرمایا ہوگا جس کا روایت میں ذکر نہیں۔ اس کے بعد اصل مجرم کے پیش ہونے پر اسے ہی سزا ہوئی۔ چنانچہ یہی بات اس حدیث کی تشریح میں علماء سلف نے بھی لکھی ہے:

’’اور یہ بات مخفی نہیں کہ محض ایک عورت کے دعویٰ زنا بالجبر پر کسی شخص کو رجم کا فیصلہ سنانا بظاہر مشکل امر ہے کیونکہ رجم کا حکم بغیر کسی دلیل و شہادت یا مجرم کے اعتراف کے بغیر نہیں ہوسکتا اور محض عورت کا دعویٰ دلیل نہیں ہوتا بلکہ وہ الزام لگانے کی صورت میں حد قذف اور اسّی کوڑوں کی سزا کی مستحق ہوتی ہے۔ پس راوی کے الفاظ کہ ’’رجم کا حکم دے دیا‘‘ کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ جب آپؐ رجم کا فیصلہ سنانے لگے۔ راوی نے یہ ظاہری معاملہ دیکھتے ہوئے محض آخری فیصلہ کا ذکر کردیا کہ مجرم کو امام کے پاس فیصلہ کے لیے لے جایا گیا اور امام اس کی تحقیق و تفتیش میں مصروف ہوا جس کے بعد فیصلہ سنایا گیا۔‘‘

(عون المعبود (شرح ابوداؤد) وحاشیۃ ابن القیم جزء 12 صفحہ 28)

اس واقعہ سے دوسری یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ عورت کی طرف سے زنا بالجبر کے الزام میں غلطی کے امکان کی گنجائش ہوسکتی ہے اس لیے جب ملزم کے انکار کی صورت میں مزید شواہد و قرائن کی جانچ کے بغیر کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور بعد تحقیق کوئی شواہد و قرائن نہ ملنے پر آخری صورت یہی رہ جاتی ہے کہ جس پر الزام ہو وہ قسمیں کھاکر بری الذمہ ہوجائے اور جھوٹے فریق کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب پر چھوڑ دیا جائے۔

ایڈیٹر کے نام خط

الفضل آن لائن، دوسرے جماعتی اخبار و رسائل کی عظمت و قدر میں اضافے کا مؤجب ہے

• مکرمہ فوزیہ گل۔ جے پور راجستھان، انڈیا سے لکھتی ہیں:

گزشتہ دنوں یوم مصلح موعودؓ کی تیاری اور صد سالہ جوبلی لجنہ اماء اللہ کے چند اہم امور کی وجہ سے کافی مصروفیت تھی اور طبیعت بھی کافی دن سے کچھ ناساز تھی۔ تو چند روز الفضل نہ دیکھ پائی۔ آج کچھ وقت پا کر گزشتہ شمارے پڑھ رہی تھی تو اپنا مضمون جو آپ کو بھیجا تھا نظر سے گزرا۔ جزاکم اللہ

جماعتی مصروفیات کے باعث گزشتہ رات بے آرامی میں گزری تھی۔ سوچا تھا دن میں اسکول سے واپسی پر آرام کروں گی لیکن اخبارات پڑھتے ہی نیند آنکھوں سے کوسوں دور بھاگ گئی۔ بہت دن سے جو آپ کو ایک بات لکھنا چاہ رہی تھی اور وقت کی تنگی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ سوچا آج اس کو مکمل کر دوں۔

آپ کی طرف سے حوصلہ افزائی کرنے والے مضامین ملتے رہتے ہیں۔

- جس میں سرفہرست مورخہ 2021/6/12 کا اداریہ ’’لوہے کی قلم‘‘
- مورخہ 2021/07/15ء کا اداریہ ’’الفضل آن لائن کے لیے علمی، روحانی اور اخلاقی مائدہ کی تیاری‘‘
- مورخہ 2021/8/12ء کا اداریہ ’’اے اولی الایدی! آپ کے ہاتھ اور قلم نہ رکیں‘‘
- مورخہ 2021/10/2ء کا اداریہ ’’مہدی اہل قلم میں سے ہوگا‘‘، ’’ہم میں سے ہر ایک کو اپنی قلموں کو حرکت دینی ہوگی‘‘
- مورخہ 2021/10/20ء کا مضمون ’’دنیا بھر کے اردو قارئین کے پاس الفضل کے سوا ہے ہی کیا، پڑھنے کو؟‘‘
- مورخہ 2021/11/08ء کا اداریہ ’’الفضل کی محبت پیدا کرنے کا کریڈٹ‘‘
- مورخہ 2021/11/16ء کا اداریہ ’’محبت نامہ، الفضل کے نام‘‘

اور اس طرح کے نہ جانے کتنے مضامین جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات، خلیفۃ المسیح کی تازہ ہدایات کے ساتھ ساتھ آپ نے بھی بھرپور رہنمائی فرمائی ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں میرے اندر جو مثبت تبدیلی آئی ہے وہ یہ کہ مجھے اخبار الفضل کے ساتھ ساتھ گھر میں آنے والے تمام رسالہ جات جیسے مشکوٰۃ، راہ ایمان، گلشن وقف نو، ریویو آف ریلیجنز و اخبار بدر سبھی کی پہلے سے بڑھ کر قدر ہوگئی ہے۔ ساتھ ہی پہلے سے بہت بڑھ کر مطالعہ کی توفیق ملتی ہے جس کے لئے خاکسار آپ کی بہت شکر گزار ہے۔

- ابھی حال ہی میں مورخہ 2022/02/12ء کو ملنے والا اداریہ ’’بعض قرض کبھی نہیں اتارے جا سکتے‘‘ کو پڑھ کر میں اپنے آنسو نہ روک سکی اور میری توجہ پہلے سے کہیں بڑھ کر والدہ محترمہ حسن پروین آف کانپور۔ یوپی کے لئے دعاؤں کی طرف متوجہ ہوگئی کہ کس طرح والدہ کا مقدس وجود ہمارے لئے سایہ رحمت ہوتا ہے۔ ان کی مصروفیات بھی اولاد کے لئے دعا کرنا ہی ہوتا ہے۔ میری والدہ الحمد للّٰہ ابھی حیات ہیں۔ قادیان میں 11 سال سے اکیلی رہتی ہیں کیونکہ والد مکرم حاجی ظفر عالم خان (مرحوم) آف کانپور۔ یوپی 19 سال قبل وفات پا گئے تھے اور پانچوں بیٹیوں کی شادی ہوگئی ہے۔ لہٰذا یہ پُرشفقت وجود اپنے سب سے مشکل دنوں میں بھی اکیلے اپنے روزمرہ کے کاموں کو خود سرانجام دیتا ہے بلکہ ہمیشہ ہماری بھی حوصلہ افزائی کرتی ہیں کہ جو خدا کا دامن تھامتے ہیں ان کو کسی دنیاوی سہارے کی ضرورت پیش نہیں آتی اور ہمیشہ خلیفۃ المسیح کے خطبات سنو۔ وہ تمہاری وقت کی مناسبت سے رہنمائی کریں گے۔ آپ کے اداریہ کا عنوان لفظ بلفظ پورا ہو رہا ہے کہ ’’بعض قرض کبھی نہیں اتارے جا سکتے۔‘‘ آخر میں بس اتنا ہی کہ آپ کی طرف سے ملنے والی تمام راہنمائیوں کا تہہ دل سے شکریہ۔

نوٹ از ایڈیٹر: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا آپ نے وہ تمام آرٹیکلز سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں جو خاکسار نے حضرت سلطان القلم کا معاون بننے کے لئے قارئین الفضل کو مخاطب کر کے لکھے تھے۔ اور الحمد للّٰہ ان آرٹیکلز کے نتیجہ میں ہمارے مضمون نویسوں، لکھاریوں میں بے انتہا اضافہ ہوا ہے۔ اس نوٹ کے ذریعہ خاکسار ایک بار پھر آپ کے توسط سے اپنے قارئین سے مضامین لکھنے کی استدعا کرتا ہے۔ کان اللّٰہ معکم۔

☆......☆......☆

• مکرم بلال احمد آصف لکھتے ہیں:

21 فروری 2021ء کے شمارے میں شائع کردہ مضمون حضور انور کی سادہ زندگی کی بابت شائع ہوا جو ایک بہترین مضمون ہے۔ پیارے حضور انور کو خدا تعالیٰ صحت و سلامتی والی لمبی فعال عمر سے نوازے اور ہم سب کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور کے اُسوہ پر ہم سب کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

• مکرمہ عطیۃ العلیم۔ نیدرلینڈ سے تحریر کرتی ہیں:

الفضل سے اٹوٹ تعلق میرے والد صاحب مکرم محمد اشرف کاہلوں نے پیدا کیا۔ بچپن سے الفضل کا ہاکر کے ذریعے آنا اور ہم بچوں کا پہلے پڑھنے کے لیے تگ و دو کرنا اس کی خوبصورت یادوں میں سے ایک یاد ہے اور الفضل پڑھنے کی وجہ سے مجھے ہمیشہ اس بات کا احساس ہوا کہ میری عام روزمرہ کی معلومات اپنی ہم عمر بچیوں سے زیادہ تھیں۔ یہ الفضل کی برکت تھی کہ وہ دین و دنیا کی معلومات اکٹھی دیتا ہے۔ پھر خلیفہ وقت کے دورہ جات کی رپورٹس بھی تفصیل سے الفضل میں آتی تھی۔ بس اب یہ دعا ہے کہ ہماری اگلی نسل اس سے صحیح معنوں میں استفادہ کرے۔ آمین۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ کَذَّبُوۡنِ ﴿۱۱۸﴾ فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَہُمۡ فَتۡحًا وَّنَجِّنِیۡ وَمَنۡ مَّعِیَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

(الشعراء: 118- 119)

ترجمہ: اے میرے ربّ! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس میرے درمیان اور ان کے درمیان واضح فیصلہ کر دے اور مجھے نجات بخش اور اُن کو بھی جو مومنوں میں سے میرے ساتھ ہیں۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی مکذب قوم پر فتح حاصل کرنے کی دعا ہے۔

ہمارے پیارے قابلِ صد احترام آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ کَذَّبُوۡنِ ﴿۱۱۸﴾ فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَہُمۡ فَتۡحًا وَّنَجِّنِیۡ وَمَنۡ مَّعِیَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ - انبیاء اور ان کی جماعتوں کا اصل ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس زمانے میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے واضح فرما دیا ہے کہ ہماری کامیابی، ہماری فتوحات دعا کے ذریعے سے ہونی ہیں۔ نہ کہ کسی ہتھیار سے، نہ کسی احتجاج سے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ نمبر 36 جدید ایڈیشن ربوہ)

نہ کسی اور ذریعے سے۔ پس دعاؤں کو مستقل مزاجی سے کرتے چلے جانا یہی ہمارا فرض ہے اور یہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔

(خطبہ جمعہ 10/ ستمبر 2010ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

تقریب آمین

مکرم عبدالنور۔ نمائندہ الفضل آن لائن، آئیوری کوسٹ یہ اعلان بھجواتے ہیں:

خاکسار کے بھانجے عزیزم ارحم بابر ابن بابر احمد۔ جرمنی نے محض خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے سوا چھ سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ کا دور مکمل کر لیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلك۔ بچے کو قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کروانے کی سعادت انکی والدہ مکرمہ مدیحہ بابر کو حاصل ہوئی۔ اس سلسلہ میں آن لائن تقریب آمین کا انعقاد کیا گیا جس میں مختلف مقامات سے رشتہ دار واحباب نے شرکت کی۔ مکرم وقارالحق مربی سلسلہ نے بچے سے قرآن کریم سنا نیز قرآن کریم پڑھنے کی اہمیت کے متعلق حاضرین کو آگاہ کیا جس کے بعد دعا کروائی اور اس بابرکت تقریب کا اختتام ہوا۔

قارئین الفضل سے عزیزم کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بیٹے کو قرآن کریم ناظرہ کے بعد ترجمہ سے بھی سمجھ کر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے نیز اس کی پاکیزہ تعلیم پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

صحبت کا اثر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ایک بد صحبت بھی ہے دیکھو! ابوجہل خود ہلاک ہوا مگر اور بھی بہت سے لوگوں کو لے کر مرا جو اس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کی صحبت اور مجلس میں بجز استہزاء اور ہنسی ٹھٹھے کے اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد اول نیا ایڈیشن صفحہ 427-428)

(فریحہ سلطانہ۔ انڈیا)

فقہی کارنر

ضرورت کے لئے تصویر کا جواز

ایک احمدی صاحب نے سوال کیا کہ گاؤں کے لوگ اس لئے تنگ کرتے ہیں کہ آپ نے تصویر کھچوائی ہے اس کا ہم کیا جواب دیویں؟

فرمایا:

انسان جب دنیاوی ضرورتوں کے لئے ہر وقت پیسہ، روپیہ وغیرہ جیب میں رکھتا ہے جن پر تصویر وغیرہ بنی ہوئی ہوتی ہے تو پھر دینی ضرورت کے لئے تصویر کا استعمال کیوں روا نہیں ہو سکتا ان لوگوں کی مثال لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ (الصّف: 3) کی ہے کہ خود تو ایک فعل کرتے ہیں اور دوسروں کو اسے معیوب بتلاتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے نزدیک تصویر حرام ہے تو ان کو چاہئے کہ کُل مال و زر باہر نکال کر پھینک دیں اور پھر ہم پر اعتراض کریں اور یہ ملاں لوگ جو بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ایک پیسہ کو تو وہ ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتے۔

(البدر 25۔ ستمبر 1903ء صفحہ 381)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

طلوع وغروب آفتاب

04 مارچ 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:23	18:26
مدینہ منورہ	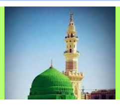	05:24	18:26
قادیان		05:32	18:28
ربوہ		05:11	18:08
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:12	17:48